کا والی ہے۔ مایوسی کی کوئی بات نہیں اور نہ ہی مضطرب ہونے کی کوئی وجہ اور ہم اسی راہ پر چلیں گے اللہ تعالیٰ کی رضا کی امید کرتے ہوتے۔ یا تو فتح پا لیں گے یا شہادت۔ اگر آپ میدانِ جنگ میں ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے تو اپنے دل و جان، اچھے احساسات اور جذبات کے ساتھ ہمارے ساتھ رہیئے اور اپنی مقبول دعاؤں میں ہمیں نہ بھولیے۔

باوجود اس کے کہ جنیوا سمجھوتہ قابلِ مذمت اور قابلِ رد ہے۔ جس کی بنیاد ایسے مذاکرات پر رکھی گئی ہے جنہیں پہلے سے رد کیا جا چکا ہے اور جن کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سمجھوتہ ہمارے اس مبارک جہاد کے خلاف روس اور امریکہ کی لڑائی ہے جن کا مقصد اس کے پیچھے افغانستان میں جہاد کے اس عمل کو ختم کرنا اور افغانستان کو غیر مسلموں کے ہاتھوں میں باقی رہنے دینا ہے۔

اور جب میں آپ کو دوبارہ اطمینان دلا رہا ہوں تو اللہ سبحانہٗ سے دُعا کرتا ہوں کہ مجاہدین کے ہاتھوں آزاد کئے کابل میں میری آپ سے ملاقات کرائے پھر بیت المقدس کے میدانوں میں تلواروں کے سائے میں اور پھر اندلس میں اور آخر میں اس کی رحمت کے سائے میں۔ بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۔ والسلام علیکم۔

آپ کا بھائی جو صرف اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہے۔

"سیّاف"

جہادی سنگر سے

جہادی سنگر سے

سپیشل نیوز

پشاور (البنیان نیوز سروس) اتحاد اسلامی افغانستان کے سربراہ پروفیسر اے۔ آر۔ سیاف نے اپنی پارٹی کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلاء کے موقع پر بعض اہم فیصلوں کا اعلان کیا ہے جو ان کی پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے کئے ہیں۔ پروفیسر سیاف نے اعلان کیا کہ ۱۴ مئی پارٹی کے دفاتر کی افغانستان کے اندرونی آزاد علاقوں میں منتقلی کی آخری تاریخ ہے انہوں نے کہا کہ سرحدی صوبوں میں وادی کنڑ سے ہلمند تک اور ننگرہار سے پکتیا تک مجاہدین کے دفاتر کے لئے مراکز قائم کر دیے گئے ہیں انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ دفاتر کی منتقلی رضاکارانہ طور پر عمل میں لائی گئی ہے اور پاکستانی حکام کی طرف سے اس مقصد کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔

ننگرہار

افغانستان کے صوبہ ننگرہار میں ایک فوجی چھاؤنی کابل انتظامیہ کے ٹینکوں نے خالی کر دی جس کے بعد خونریز جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ عبدالغفور نامی افغان مجاہد نے بتایا کہ درجنوں ٹینکوں نے ماماخیل گیریژن سب ڈویژن خوگیانی میں خالی کر دی اس علاقہ میں جلال آباد سے ٹینک آئے تھے جلال آباد

سے ۷۸ کلومیٹر دور یہ چھاؤنی گذشتہ چار سال سے مجاہدین کے محاصرہ میں تھی اور یہاں ہوائی جہازوں اور توپ بردار ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ سامان رسد پہنچایا جاتا تھا۔ فوجوں نے گیریژن کو خالی کرنے سے پہلے تمام سامان جلا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین نے آج جلال آباد جانے والے افغان فوج کے قافلوں پر بام صحرا سے حملے بھی کئے، قبل ازیں مجاہدین نے راکٹوں کے حملے ایک فوجی کاروان پر کر کے سرخرود کے علاقہ میں ایک ٹینک تباہ کر دیا اور دو بکتر بند گاڑیاں بھی بارودی سرنگوں سے تباہ کر دیں تاہم آگام کے علاقے میں بارودی سرنگیں بچھاتے ہوئے تین مجاہدین شہید ہو گئے

ننگرہار

پشاور۔ ۷ مئی مجاہدین کے فوجی ذرائع کے مطابق روسی دستے صوبہ ننگرہار کے علاقے غنی خیل کی ایک اہم حفاظتی چوکی سے یکم مئی کو نکل گئے ہیں اطلاعات کے مطابق دیگر حفاظتی چوکیوں سے بھی روسی دستے نکل گئے ہیں غنی خیل کی ۷۱ ویں بریگیڈ کو روسی دستوں نے ۲۳ اور ۲۴ اپریل کو کمک پہنچا دی ہے ذرائع کے مطابق ۴۳۰ ٹرکوں کا سامان غنی خیل گریژن میں پہنچا دیا گیا ہے مجاہدین ذرائع کے مطابق ثمر خیل کے علاقے میں تعینات روسی فوجیوں کو جلال آباد شہر میں اپنی اشیاء اونے پونے داموں فروخت کرتے دیکھا گیا ہے۔ ثمر خیل کے قریب بھی کئی لوگوں نے روسیوں کو اپنی اشیاء فروخت کرتے دیکھا۔ اس کی اطلاع مقامی خاد ایجنٹوں اعلیٰ روسی حکام کو پہنچا دی ہے۔ غنی خیل میں یکم مئی کو روسی انخلاء کے روز ۷۱ ویں افغان بریگیڈ کے ۱۲ فوجی مجاہدین سے آملے ہیں۔

روسی دستے چکنی سے نکل گئے

پشاور۔ ۹ مئی۔ اتحاد اسلامی کے کمانڈر کیپٹن محمد موسیٰ کے مطابق ۶ اور ۷ مئی کو روسی کابل دستوں نے پکتیا صوبے میں بیان خیل، خرچتل اور چکنی شہر نو کے علاقے خالی کر دیے ہیں۔ اس انخلاء کی تیاریاں ۱۷ اپریل کو شروع کر دی گئی ہیں۔ مجاہدین نے واپس جاتے والے دستوں کے ۲ سو فوجی ہلاک کر دیے اور ایک فوجی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ پچاس ٹینک و بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دی گئیں اور ۱۹۰ ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ذرائع کے مطابق نری اور علی خیل کے علاقے سے بھی سرکاری دستے اور حکومتی حامیوں کو طیاروں کے ذریعے گذشتہ ہفتے گردیز شہر منتقل کر دیا گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق شہر نو کے علاقے میں بارودی سرنگیں پھٹنے سے ۳۰ مجاہد شہید ہو چکے ہیں۔ ایک اور اطلاع کے مطابق خوست پر ۶ مئی کو راکٹوں اور میزائلوں کے متعدد حملے کئے گئے۔ جس کے نتیجے میں افغان کمیونسٹوں کے کئی مکانات تباہ ہو گئے مجاہدین سے آملنے والے تھرڈ لیفٹیننٹ محمد اللہ مجاہدین کے قبضے میں ہے وہ روس میں چھ ماہ کی تربیت حاصل کر چکا ہے۔ عینی شاہدوں کے مطابق ثمر خیل سے روسی دستوں کو جلال آباد شہر منتقل کر دیا گیا ہے۔

ننگرهار

پشاور ۔ ۱۱ مئی ۔ روسی دستوں کی جانب سے خالی کردہ ثمرخیل چھاؤنی میں غنی خیل چھاؤنی سے افغان فوج کا ۷۱ واں بریگیڈ منتقل ہوگیا ہے ۔ جبکہ غنی میں کابل سے سرحدی فوج کے دستے منتقل ہو گئے ہیں اس وقت ثمرخیل میں ۱۸ روسی مشیر باقی ہیں ۔ دریں اثناء ۷ مئی کو غنی خیل کے علاقے میں مجاہدین کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگوں کے پھٹنے سے سرحدی فوج کے ۹ افسر جن میں انچارج کمانڈر اس کا نائب اور سات دوسرے اعلیٰ افسر شامل ہیں شدید زخمی ہو گئے ۔ زخمیوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے جلال آباد منتقل کرکے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ۔ ایک اور اطلاع کے مطابق ۸ مئی کو شنوار ڈویژن کے کمانڈر کی دونوں ٹانگیں بارودی سرنگ پھٹنے سے کٹ گئیں ۔ صوبہ زابل سے موصولہ اطلاعات کے مطابق ۳ مئی کو نازی کے علاقے میں شدید لڑائی کے دوران مجاہدین نے ایک فوجی چوکی پر قبضہ کر لیا ۔ ۲۰ فوجی مجاہدین سے آملے ۔ مجاہدین نے ۵۳ ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا ۔

کابل

پشاور ۔ ۱۲ مئی ۔ ریڈیو کابل کی اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے کابل شہر پر زمین سے زمین پر مار کرنے والے ۱۷ میزائل فائر کئے ۔ ۹ مئی کے اس حملے میں ۲۳ افراد ہلاک اور ۲۸ زخمی ہوئے ۔ اتحاد اسلامی کے کمانڈر حاجی نظر نے بھی ان حملوں کی تصدیق کی ہے ۔ کمانڈر کے مطابق مجاہدین نے روسی سفارت خانے ۔ مکرویان اور وزارت دفاع کے دفاتر کو نشانہ بنایا ۔ ریڈیو کے مطابق راکٹ کا ایک گولہ روسی سفارت خانے اور حبیبیہ ہائی سکول کے قریب ایک افغان افسر گل رحمن کے گھر پہ گرا ۔ ریڈیو نے غزنی شہر پر بھی مجاہدین کے حملوں کی اطلاع دی ہے ۔ جس میں ایک آدمی ہلاک ۶ زخمی ہوئے ۔

۔ پکتیا ۔

پشاور ۔ ۱۵ مئی ۔ اتحاد اسلامی کے ذرائع کے مطابق گذشتہ سب روسی کابل دستوں نے جاجی چھاؤنی خالی کر دی اور مجاہدین چھاؤنی میں داخل ہو گئے ہیں ۔ ۳۰۰ کے لگ بھگ ہلاک و زخمیوں کو سرکاری دستوں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے مجاہدین نے ۵۰ کے لگ بھگ ٹینک و بکتر بند گاڑیاں تباہ اور چار جیپ قبضہ میں لئے ہیں ۔

غور

پشاور ۔ ۲۹ مئی (ای ۔ این ۔ اس) وسطی افغانستان کے صوبہ غور سے موصولہ اطلاعات کے مطابق شہر کے سب ڈویژن کے علاقہ سرچشمہ میں افغان مجاہدین اور سرکاری دستوں کے درمیان ۲۰ مئی سے شدید لڑائی جاری ہے مجاہدین نے اس دوران طیارہ شکن میزائل سے ایک بمبار روسی طیارہ مار گرایا ۔ متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہوئے ۔ جبکہ پانچ فوجی اپنے اسلحہ سمیت مجاہدین سے آملے ۔ لڑائی میں دو مجاہد شہید اور آٹھ زخمی ہوئے ۔ ۲۸ مئی تک ملنے والی اطلاعات کے مطابق لڑائی جاری تھی ۔

نیا کٹھ پتلی وزیر اعظم حسن شرق

پشاور - ۲۹ مئی۔ سردار محمد داؤد خان کے دور میں حکومت کا نمبر ۲، اور ڈاکٹر نجیب کے مخالف دھڑے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر حسن شرق کو سلطان علی کشتمند کی جگہ کٹھ پتلی افغان انتظامیہ کا وزیر اعظم نامزد کر دیا گیا ہے ڈاکٹر نجیب نے کشتمند کو دو طویل سال تک برداشت کیا۔ جس کی ایک وجہ تو روسی مشیروں کی کشتمند کی حمایت اور دوسرے مناسب آدمی کی عدم دستیابی تھی۔ افغان انتظامیہ میں ڈاکٹر حسن شرق اور وزیر تجارت محمد خان جلالر براہ راست کے جی بی کے ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے خاموشی سے افغان آرمی، پولیس اور بعد ازاں شاہ ظاہر شاہ کی حکومت میں نفوذ کیا۔ وہ فوج میں نان کمیشنڈ آفیسر تھا اور ۱۹۶۳ء سے اسے سردار داؤد کا اعتماد حاصل تھا۔ حسن شرق ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۸ء تک K.G.B کو فوجی، معاشی اور سیاسی اطلاعات فراہم کرتا رہا۔ سردار داؤد بائیں بازو کے فوجی افسروں سے حسن شرق کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا جن کی مدد سے انہوں نے جولائی ۱۹۷۳ء میں ظاہر شاہ کا تختہ الٹا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ داؤد نے اسے نائب وزیر اعظم مقرر کیا۔ ۱۹۷۶ء میں جب سردار داؤد نے کابینہ سے کمیونسٹ ارکان کو نکالنا شروع کیا تو سب سے پہلے حسن شرق کو جاپان میں سفیر مقرر کر کے ملک سے باہر نکالا۔ جہاں وہ نام نہاد انقلاب ثور ۱۹۷۸ء تک رہا۔ سردار داؤد کے ساتھیوں میں وہ واحد انسان تھے۔ جسے ثور کودتا کے بعد کمیونسٹوں نے کچھ نہ کہا اور واپس بلا کر بھارت میں سفیر نامزد کیا وہ ۱۹۸۷ء تک اس عہدے پر تھا۔ ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر نجیب نے اسے

افغان مہاجرین کے امور کا انچارج مقرر کیا (جواب ایک مکمل وزارت ہے) ڈاکٹر حسن شرق نے پرچم پارٹی کے (کارمل ــ نجیب) دونوں دھڑوں میں اتحاد واتفاق کے در پردہ انتہائی اہم کام انجام دیا اور اس طرح روسیوں کا اعتماد اس پر اور بھی پختہ ہوا اور اگر کریملن اس سے مزید مطمئن ہوا تو اس بات کے امکانات زیادہ ہیں کہ انہیں ڈاکٹر نجیب کی جگہ لایا جائے

قندھار

(۷ جون ۔ البنیان نیوز سروس) قندھار سے موصولہ اطلاعات کے مطابق افغان مجاہدین نے ۳۱ مئی کو سرحدی ضلع سپین بولداک میں کابل رژیم ملیشیا رجمنٹ نمبر ۹۱۸ پر ایک بڑا حملہ کیا ہے۔ مجاہدین جو مارٹر توپوں اور راکٹوں سے لیس تھے، نے رجمنٹ کا مکمل صفایا کرکے ۵۶ کلاشنکوفوں، ۳۰۳ رائفل کے ۳۰ اجزاء اور بڑی مقدار میں گولہ بارود پر قبضہ کیا ہے جبکہ جانی نقصانات کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔

ننگرہار

(۷ جون ۔ البنیان نیوز سروس) افغان آرمی کے دو آفیسر اُس وقت ہلاک اور نہ شدید زخمی ہو گئے جب کل صبح مجاہدین نے ننگرہار کے بسوڈ سرکٹ بٹیکوٹ میں ایک فوجی جیپ پر اچانک فائر کھول دیا۔ ہلاک شدگان میں سے ایک آفیسر غنی خیل کے سرحدی رجمنٹ کا کیپٹن گل خان ہے اور دوسرا فرسٹ لیفٹیننٹ نور گل ہے۔ اِس حملے میں جیپ مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے۔

قندھار

(۷ جون ۔ البنیان نیوز سروس) ابتدائی اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے پچھلے ہفتے قندھار ایئرپورٹ اور شہر کے درمیان سرخ فوج کے ایک قافلہ پر جو ہرات کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک حملہ کیا۔ حاجی عطا محمد نے البنیان نیوز سروس کو بتایا کہ اس حملے میں ایک روسی جیپ ناکارہ بنایا گیا جس میں روسی عورتیں سوار تھیں جو موقع پر ہلاک ہو گئیں۔ اس کے علاوہ ۲ روسی ٹینک جو کنوائے کی حفاظت پر مامور تھے "آر پی جی ۔ ۷" راکٹوں کا نشانہ بنا کر جلا دیے گئے۔ مذکورہ کمانڈر کے مطابق اس کے بعد سرخ فوج نے انتقامی کارروائی کی اور قریبی دیہات پر بی ۔ ایم ۔ ۲۱ داغنے والے راکٹوں سے گولہ باری کی۔ جس کے نتیجے میں کم از کم ۱۵ بے گناہ شہری جان بحق ہو گئے۔ جبکہ مجاہدین میں سے چھ شہید اور ۹ زخمی ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کو اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی کہ تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کی ہوتی ہے۔ " ترمذی نسائی دارمی "

تحریر : ابوریحان صدیقی

جاجی چھاؤنی پر قبضہ

کابل شہر پر قبضے کا پیش خیمہ ہے

افغان مجاہدین نے پاکستانی سرحد سے کوئی دس کلومیٹر دور واقع علی خیل کی جاجی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا ہے جنیوا معاہدہ پر دستخطوں کے بعد سے اب تک مجاہدین بارہ سے زیادہ سب ڈویژن آزاد کرا چکے ہیں۔ جن میں بری کوٹ۔ درواز گئی، معروف، اطغر، ارغنستان اندراب، پنج شیر اور کئی دوسرے علاقے شامل ہیں۔

جاجی چھاؤنی کے قریب اتحاد اسلامی افغانستان کے مراکز سب سے زیادہ قریب ترین ہیں۔ اتحاد اسلامی کے علاوہ حزب اسلامی، جمعیت اسلامی، حزب اسلامی خالص کے بھی مضبوط مراکز علاقے میں موجود ہیں جبکہ باقی تنظیموں کی بھی مورچہ بندیاں قائم ہیں۔

علی خیل چھاؤنی کا محاصرہ مجاہدین نے طویل عرصہ سے کر رکھا تھا اور اس میں تمام تنظیموں کے مجاہدین متحدہ طور پر شریک تھے۔ جس وقت مجاہدین یہ چھاؤنی فتح کرنے والے تھے۔ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ اور روسی قابض حکام نے اپنے فوجیوں کو طیاروں کے ذریعے زندہ وسلامت دوسری جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ زیادہ جانی نقصان سے بچا جا سکے اور ان فوجیوں کو کسی اور مقام پر مجاہدین کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ تاہم مجاہدین انخلاء کے اس عمل سے قبل اپنے بھرپور حملے میں سو سے زیادہ فوجی ہلاک اور اس سے زیادہ زخمی کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اس علاقے کا دورہ کرنے والے پاکستانی صحافیوں نے علی خیل چھاؤنی پر بڑے پیمانے پر روسی ساختہ اسلحے

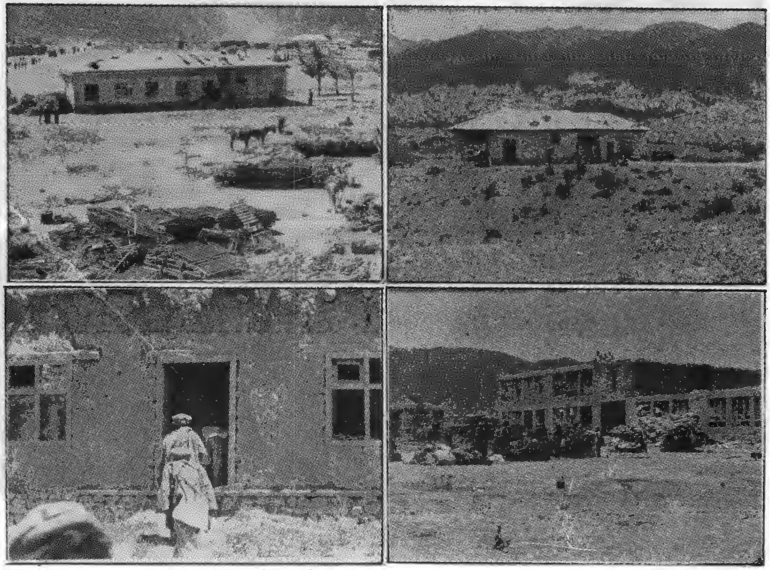

چھاؤنی پر قبضہ کے بعد مجاہدین مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں

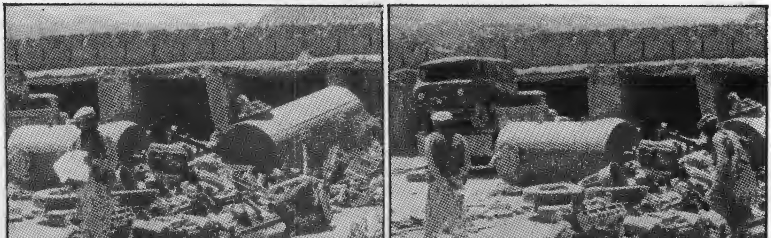

کابل روسی فوجوں کا وہ ڈپو جس میں ناکارہ گاڑیوں کو رکھا جاتا ہے

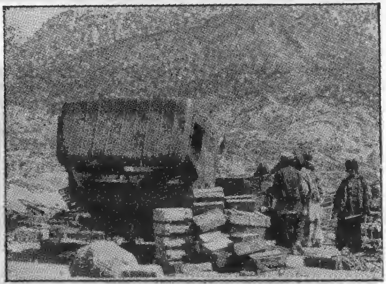

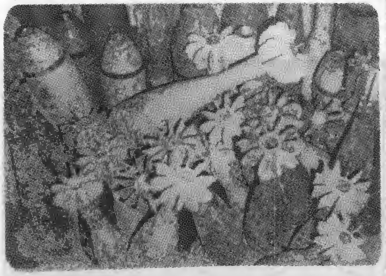

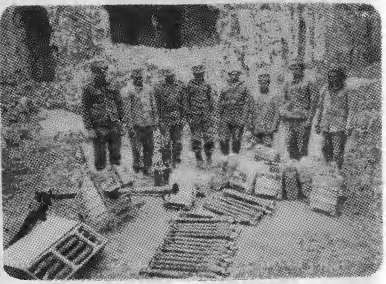

بھاری توپ کے گولے ، اسلحہ اور قید ہونے والے کابل روسی افواج کے سپاہی

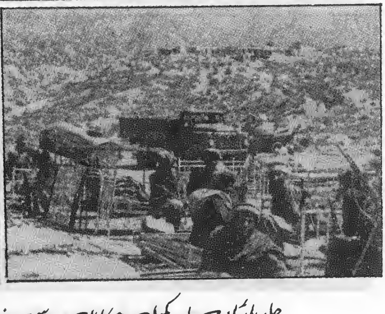

چارپائیاں اور کمبل جو کابل روسی فوجوں کی شکست کے بعد مجاہدین کے قبضہ میں آئے

روسی افواج کی بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک جنہیں مجاہدین نے حاجی چھاؤنی پر قبضہ کے دوران ناکارہ بنا دیا۔

پر مجاہدین کے قبضے کی تصدیق کی ہے جسے مجاہدین کے سات جماعتی اتحاد کے حریت پسند شنز کہ کمانڈ کے تحت دیگر علاقوں میں دشمن کے خلاف استعمال کریں گے۔

روسی ساختہ اسلحہ پر بڑے پیمانے میں قبضہ کے واقعات افغانستان کے دیگر علاقوں میں بھی ہوتے ہیں۔ خصوصاً وہ علاقے جہاں سے مجاہدین نے مزاحمت کے نتیجے میں روسی کابل دشمنوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا ہے۔
روسی کابل دستوں کے ہاتھوں اسلحہ چھیننے کے ان واقعات نے افغان مجاہدین کے راہنماؤں اور خاص کر اتحاد کی مجوزہ عبوری حکومت کے سربراہ انجینئر احمد شاہ کی یہ بات درست ثابت کر دی ہے جو انہوں نے ہفت روزہ "تکبیر" کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہی تھی کہ جب تک افغانستان میں روسی فوجی موجود ہیں اور جب تک روس کابل انتظامیہ کو اسلحہ فراہم کرتا رہے گا۔ ہمیں اسلحے کی کمی محسوس نہیں ہوگی کیوں کہ ہم اپنے رب کے فضل و کرم سے دشمن سے

V2-N5

ماہنامہ

البنیان المرصوص

ان کا اسلحہ چھینیں گے اور انہی کے خلاف استعمال کریں گے ۔

زازی چھاؤنی پر مجاہدین کے قبضے سے افغان مجاہدین کے لیے جو سب سے بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستانی سرحدی قصبے تری مینگل کے قریب واقع اس علاقے پر قبضے کے بعد مجاہدین کے لیے اپنے دفاتر اس علاقے میں منتقل کرنا مزید آسان ہو گیا ہے ۔ جس کے لیے اتحاد اسلامی کے امیر پروفیسر اے ۔ آر سیاف نے پہلے ہی مجاہدین کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ جلد از جلد اپنے دفاتر افغانستان کے آزاد علاقوں میں منتقل کر دیں ۔

اس علاقے سے مجاہدین کے مختلف صوبوں مثلاً لوگر، ننگرہار، کابل، وردگ، بامیان، پروان، بغلان، سمنگان، بلخ، کندز، تخار، جوزجان، فاریاب، بادغیس، غور، غزنی اور دیگر کئی علاقوں کو جانے والا راستہ بھی خرچیل کے مقام سے ہو کر گزرتا ہے ۔

جو اس چھاؤنی کی زد میں تھا ۔ اور خرچیل میں اس چھاؤنی کی حفاظتی چوکیوں کی وجہ سے غیر محفوظ اور ناقابل عبور تھا ۔ مگر اب چھاؤنی کے ساتھ ان چوکیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا ۔ اور نہ صرف یہ راستہ کھل گیا بلکہ محفوظ بھی ہو گیا ہے ۔

جاجی کے اس علاقے اور افغان دارالحکومت کابل کے درمیان پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جس کے درمیان دوسری کوئی چھاؤنی نہیں ۔ چنانچہ اب مجاہدین ان پہاڑوں سے ہوتے ہوئے کابل شہر کے قریب ترین چوٹیوں تک اسلحہ و گولہ بارود کی سپلائی کر سکتے ہیں ۔

جو اس سے قبل لوگر، ننگرہار اور وردگ صوبوں کے طویل راستوں سے ہوتی ہے ۔ اور یوں کابل پر بھرپور حملہ میں جاجی چھاؤنی کی فتح ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے ۔

جاجی چھاؤنی اور اس کے قریب چمکنی شہر نو چھاؤنی پر قبضہ سے پاکستان کا سرحدی علاقہ بھی محفوظ ہو گیا ہے ۔ کیوں کہ صوبہ سرحد کے علاقے سے پاک افغان سرحد میں یہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں چمکنی کے قریب ہموار علاقہ ہے جہاں سے بھاری فوجی گاڑیاں ٹینک، وبکتر بند وغیرہ پاکستانی علاقے میں آسانی سے داخل کی جا سکتی ہیں ۔ باقی سینکڑوں میل طویل سرحد پر پہاڑی علاقے ہیں ۔ چنانچہ چمکنی اور جاجی چھاؤنیوں نے پاکستان کے حساس ترین علاقے کرم ایجنسی کی سرحدیں اور بھی محفوظ کر دی ہیں ۔

مجاہدین کی کامیابیوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے صوبہ وردگ کے دارالحکومت میدان شہر پر بھی حال ہی میں قبضہ ہو چکا ہے اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب پورا افغانستان مجاہدین کے قبضے اور کنٹرول میں ہوگا ۔

تحریر : فخر الاسلام

جنیوا مذاکرات

پس منظر و پیش منظر

افغانستان میں روسی مداخلت اور نہتے افغان مجاہدین کے ہاتھوں اس کی ذلت آمیز شکست بیسویں صدی کے عجائبات میں سے ہے بلاشبہ آزادی اور فتح مبین کی منزل تک پہنچنے کے لئے افغانستان کے مجاہدین کو بہت بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑی ۱۳ لاکھ بے گناہ بچوں ۔ بوڑھوں ۔ مرد اور عورتوں کی شہادت لاکھوں انسانوں کا جسمانی لحاظ سے محرومی و معذوری ایک طرف جبکہ دوسری جانب روسی درندوں نے جنت نظیر وطن کے کھیتوں ۔ کھلیانوں باغات ۔ عمارات اور زندگی کی تمام علامات کو تہہ و بالا کر کے ۵۰ لاکھ سے زائد افغانوں کو ہجرت پر مجبور کر دیا قتل و خون کا یہ کھیل گذشتہ نو سال سے جاری ہے ان تمام تر تھرسا مانیوں کے آگے باعزم مجاہدین چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے ہیں اور اس دلیرانہ جدو جہد کے نتیجے میں بحر ہند تک پہنچنے کا روسی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

جہاد افغانستان کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے بارے میں روز اوّل سے روس کا موقف بدلتا رہا ہے موقف کی اس تبدیلی کو ہم چار حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (اولاً) روس نے دنیا کے سامنے اپنی مداخلت کا یہ جواز پیش کیا کہ وہ افغانستان کی سوشلسٹ حکومت کی دعوت پر آیا ہے تاکہ چند انقلابیوں COUNTER REVOLUTONARIES کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس مرحلے پر جبکہ جہاد میں تیزی آگئی تھی روس اور پاکستان میں اس کے ایجنٹوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ افغانستان میں امن و امان ہے اگر کچھ گڑبڑ ہے تو اس کے اردگرد ہے (ثانیاً) مجاہدین کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں کو چھپانے میں ناکام ہو کر روس نے یہ کہا کہ حکومت کے خلاف کچھ عناصر سرگرم عمل ہیں۔ لیکن ان کا زور افغانستان کے جنوبی سرحدات (پاکستان سے ملحق علاقوں) پر ہے یہ کہہ کر وہ پاکستان کو ملوث کرنا چاہتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ جہاد کا دائرہ نہ صرف یہ کہ شمالی صوبوں

میں پھیل گیا بلکہ مجاہدین نے دریائے آموکے اُس پار مقبوضہ مسلم علاقے وسط ایشیا میں چھاپہ مار کاروائیاں شروع کیں۔ اور یوں یہ بہانہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ (ثالثاً) جہاد کی حقیقت کو مزید چھپانے میں کامیابی حاصل نہ ہوتی تو مجاہدین کے لئے لیٹرے اور اشرار کے الفاظ استعمال کئے جاتے لگے کابل اور ماسکو ریڈیو نے اس سلسلے میں نہایت غلیظ زبان استعمال کی (رابعاً)،

> اشتراکی روس کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ نئے حکمران پرانے حکمرانوں پر برستے ہیں چنانچہ گورباچوف نے بھی افغانستان میں جارحیت کی ذمہ داری سابقہ حکمرانوں پر ڈال دی۔

ایک طرف روس کا موقف ہچکولے کھاتا رہا اور دوسری طرف مجاہدین وقت گزرنے کے ساتھ اپنے اصولی موقف پر قائم رہتے ہوئے کامیابی کی جانب بڑھتے رہے ان کا ایک ہی نصب العین یہ ٹھہرا کہ حملہ آور روسی افواج کو شکست دیکر اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ بالآخر روس نے حقیقت کا اعتراف کیا اور روسی لیڈر میخائل گورباچوف مسئلہ افغانستان کو روس کے لئے رستا ہوا ناسور BLEEDING WOUND قرار دیا۔ انہوں نے گویا اعتراف کر لیا کہ روسی اپنے مشن میں ناکام ہو چکا ہے۔

روسی موقف میں اس اچانک تبدیلی کے بعد اب روس کے سامنے دو مزید راستے کھلے تھے۔ ایک تو یہ کہ مجاہدین کو اپنے پھٹو ڈاکٹر نجیب کے ساتھ بٹھا کر قومی مصالحت کی راہ کو ہموار کیا جائے۔ اور دوسرا یہ کہ جنیوا مذاکرات میں مزید رعایتیں دیکر انہیں سمجھوتے پر NATIONAL RECONCILATION نجیب کے ساتھ مصالحت کو تو مجاہدین نے بالکل مسترد کیا۔ پھر جنیوا مذاکرات میں جبکہ انہیں شامل کرنے پر روس معترض تھا اب کیسے مجاہدین کے لئے قابل قبول ہوسکتے تھے۔ لہذا یہ دونوں راستے بھی بند ہوگئے۔ نتیجتاً روس نے ہر حال میں نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میخائیل گورباچوف نے ۱۹۸۸ء کے اوائل میں اعلان کر دیا کہ سمجھوتہ ہو یا نہ ہو روس ہر حال میں مئی ۱۹۸۸ء تک اپنی فوجیں نکالنا شروع کردے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر استعماری قوت میدان جنگ میں مسلمانوں کے اذیت اٹھاتے کے بعد صلح وامن کے مذاکرات پر اتر آتی رہی ہے تاکہ ہاری ہوئی جنگ کو میز کے اوپر جیتا جاسکے۔ افغانستان میں روس نے بھی اسی "سنت استعمار" پر عمل کرتے ہوئے جنیوا مذاکرات کا سہارا لیا۔ جہاں تک جنیوا مذاکرات کا تعلق ہے اولاً تو اس کی بنیاد ہی غلط تھی۔ کیونکہ افغانستان میں جنگ روس اور مجاہدین کے درمیان ہو رہی تھی۔ جبکہ مذاکرات دو بالکل غیر متعلق فریقین یعنی پاکستان اور کٹھ پتلی افغان انتظامیہ کے درمیان ہو رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان کی سالمیت کو خطرہ تھا مغربی سرحدات پر تناؤ۔ مجاہدین کی

نقل وحمل پر روس کا اعتراض اور اپنے اصولی مؤقف کے نتیجے میں تخریب کاری سے پاکستان براہ راست متاثر ہو رہا تھا۔ لیکن اُسے مذاکرات کی میز پر بٹھا کر روس دنیا کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوا کہ پاکستان اس قضیے میں براہ راست ملوث ہے۔ افسوس کہ پاکستان اس نازک نکتے نہیں سمجھ پایا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ افغان مجاہدین نے ابتدا میں سے جنیوا کے مذاکراتی عمل کو مسترد کیا تھا اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خصوصی نمائندے ڈیگو کارڈویز نے کئی بار مجاہدین کے رہنماؤں سے ملاقات کر کے انہیں قابل کرانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں بری طرح ناکام ہو گئے۔

اشتراکی روس کا یہ طیرہ رہا ہے کہ نئے حکمران پرانے حکمرانوں پر برستے ہیں۔ چنانچہ گورباچوف نے بھی افغانستان میں جارحیت کی ذمہ داری سابقہ حکمرانوں پر ڈال دی اور اپنے ماتھے سے یہ دھبہ اتارنے کا ارادہ کر لیا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں اوّل تو یہ کہ روس سپر پاور ہونے اور تمام تر وسائل بروئے کار لانے کے بعد بھی نہتے مجاہدین کو زیر کرنے میں ناکام رہا۔ جس سے روس کے سپر پاور ہونے کی قلعی کھل گئی دوسرا یہ کہ افغانستان میں خون کی ہولی کھیل کر پوری دنیا اور بالخصوص عالم اسلام میں روس کا تاثر خراب ہوتا گیا۔ تیسری بات یہ کہ روس کو اس جنگ میں جس قدر مالی اور جانی نقصان پہنچا اس کا ردعمل روس جیسے سخت گیر ملک میں بھی سامنے آیا۔

درج بالا وجوہات روس کے مؤقف میں واضح تبدیلی کا محرک ثابت ہوئے۔ یہ بات خالی از دلچسپی نہیں کہ جنیوا معاہدے تک پہنچنے میں بہت سارے لوگوں کا ذاتی مفاد پوشیدہ تھا۔

ادھر امریکی صدر رونالڈ ریگن اپنے دور صدارت کے اختتامی لمحات میں معاہدہ کی تکمیل کرنا چاہتا تھا اور سب سے بڑھ کر خواہش

مجاہدین کی بڑھتی ہوئی

کامیابیوں کو چھپانے میں ناکام

ہو کر روس نے یہ کہا کہ حکومت

کے خلاف کچھ عناصر سرگرم عمل ہیں

تو روس کی تھی کہ شکست تو ویسے بھی وہ کھا چکا ہے کیوں نہ ایک ایسا راستہ تلاش کریں تاکہ وہ جارح اور شکست خوردہ کی بجائے انہیں امن عالم کا پیامبر ثابت ہو جائے۔ جہاں تک نجیب کا تعلق ہے وہ تو روس کا زر خرید غلام تھا لہٰذا ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، کے مصداق انہوں نے بھی روس کے قدم پر قدم رکھا۔

بالآخر ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو جنیوا میں پاکستان اور کابل کے حکام معاہدہ دستخط کرانے پر رضامند ہو گئے۔ پاکستان اور افغان کے وزراء خارجہ نے دستاویز پر دستخط کئے جبکہ ضمانت فراہم کرنے کے غرض سے روس اور امریکہ نے الگ الگ معاہدے

پر دستخط ثبت کئے۔

مجاہدین کے رہنماؤں نے اس مضحکہ خیز معاہدے کو بجا طور پر مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جب تک افغان سرزمین پر ایک بھی روسی باقی ہے جنگ جاری رہے گی۔ یوں جنیوا معاہدہ امن کی ضمانت نہیں دے سکا۔ ۱۵ مئی ۱۹۸۸ء سے روس نے محدود پیمانے پر افغانستان سے انخلاء شروع کر دیا اور جہاں سے بھی وہ نکلے افغان فوجی ہمت ہار کر بڑی بڑی چھاونیاں خالی کرنے لگے جو فطری طور پر مجاہدین کے قبضے میں آتی رہیں۔ تادم تحریر ۱۵ گیریژن مجاہدین کے قبضے میں آ چکے ہیں اور مستقبل قریب میں دیگر کامیابیاں متوقع ہیں۔

اب آخر میں تھوڑا سا ذکر ان لوگوں کا ہو جائے جو آٹھ سال سے روس کا نمک کھا کر پاکستان میں مجاہدین کے خلاف زہر افشانی کرتے رہے ہیں اور اب جنیوا معاہدے کے حق میں مہم چلا رہے ہیں وہ اسے امن و آشتی کا مظہر سمجھتے ہیں یہ بات ناقابل فہم ہے کہ امن و سلامتی کے ان دعویداروں کو ۱۳ لاکھ شہداء کا خون ۵ لاکھ افراد کے کٹے ہوئے اعضاء اور ۵۰ لاکھ مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے نظر نہیں آتے وہ افغانستان کے چپے چپے پر بے گناہ مجاہدین کا بکھرا ہوا خون اور راکھ کے ڈھیر کھیت و کھلیان۔ اجڑی ہوئی مساجد اور بستیاں نہ دیکھ سکے بلکہ ان تمام بربادیوں کے اصل مجرم روس کی حمایت میں رطب اللسان ہیں اور مجاہدین رہنماؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں امید واثق ہے کہ ان کی پھونکیں نور الٰہی کو نہیں بجھا سکیں گی۔ پاکستان کے عوام حسب سابق ان کے اس چال کو بھی ناکام بنائیں گے اور جہاں جہاں روس اور اس کے حواری ذلت و شکست سے دوچار ہوئے مجاہدین فتح کی سمیت متحد بڑھتے چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

ایک زخمی مجاہد دلخراش حالت میں

محمد داد

رُوسی فوجی انخلاء

واپس جانے والے دستوں پر مُجاہدین کے حملے

واپس جاتے ہوئے روسی فوجیوں پر افغان مجاہدین کیوں حملے کرتے ہیں ؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو کہ آج کل ہر ایک شخص کی زبان پر جو افغان مسئلے سے خواہ دلچسپی رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔ ان میں سے کئی افراد ہیں جو کہتے ہیں کہ افغان مجاہدین کو چاہیئے کہ واپس جانے والے روسی فوجیوں پر اپنے حملے بند کریں اس لیے کہ ان کی واپسی میں رکاوٹ نہ آئے اور افغان مجاہدین کو چاہیئے کہ اپنے اسلحے اور گولہ بارود کا ذخیرہ کرتے تا کہ روسی انخلاء کے بعد کابل انتظامیہ کو جتنی ممکن ہو ختم کردے۔ یہ وہ افراد ہیں جو کہ سیاسی مبصرین اور سیاست دانوں کی صفوں میں شامل ہیں جس میں اقوام متحدہ کے ایلچی کارڈ و یز بھی شامل ہے۔ لیکن افغان مجاہدین نے اتحاد اور یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پیشکش کو مسترد کیا ہے اور اپنی مزاحمت کو معمول سے بھی تیز تر کا عزم کیا ہے۔ ہم یہاں افغان مجاہدین کے حملوں کے بارے میں کچھ وہ وجوہات بیان کریں گے جس کی بنا پر یہ لازمی ہے کہ افغان مجاہدین کے حملے جاری ہوں۔

اول : افغان مجاہدین کے حملوں کے کچھ سیاسی اور دفاعی وجوہات :

قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ افغان مجاہدین جنیوا مذاکرات میں نہ بالواسطہ نہ بلاواسطہ شریک تھے۔ بلکہ افغان مجاہدین نے جنیوا مذاکرات کی اول روز سے مخالفت کی ہے۔ اس لیے افغان مجاہدین تو فریق نہیں اور یہ سوال بھی ان پر عائد نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ معاہدہ جنیوا میں افغان مجاہدین کی طرف سے کسی نے بھی فائر بندی کی ضمانت نہیں دی ؛ اور نہ معاہدہ جنیوا میں افغان مجاہدین کی کارروائیاں رد کرنے کے لیے کوئی ضمانت دینے کے لیے تیار تھا۔ کیوں کہ پاکستان نے پہلے ہی یہ اعلان کیا تھا کہ وہ پاکستان کی سرزمین پر نہ کسی کو تربیتی کیمپوں کی اجازت دیتا ہے نہ دے گا۔ لیکن افغان مجاہدین کو مزاحمت سے

روکنا نہ اس کے بس کا کام ہے۔ نہ اس کا معاملہ بلکہ یہ افغانستان کا داخلی معاملہ ہے اور پاکستان کسی ملک کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند ہے۔ اگر افغان مجاہدین روسی افواج کے انخلا کے دوران فائربندی یا نیم فائربندی پر عمل کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ افغان مجاہدین نے جنیوا مذاکرات کو تسلیم کیا ہے۔ یا یہ کہ افغان مجاہدین کے اختیارات ریگن کے ہاتھ میں ہیں۔ جس طرح چاہے وہ کرے گا۔ جس طرح کہ امریکہ خود بھی اپنے آپ کو اس مسئلے کا فریق بتاتے ہیں۔

۲- افغان حملے فوجی نقطہ نظر سے:

دوم:- یہ کہ اگر افغان مجاہدین جانے والے روسی فوجیوں پر اپنے حملے بند کر دیں۔ اور روسی افواج اپنی واپسی میں نقصانات نہ اٹھائے تو یہ بھی ان کے لیے کامیابی ہے۔ اور یہ ان افراد کی سیاسی کامیابی قرار دی جائے گی۔ جنہوں نے اس کا خاکہ تیار کیا ہے اور یہ بھی دراصل روسی حکومت کو ایک کامیابی ہے اور وہ تو کسی نہ کسی طریقے سے یہ چاہتے ہیں کہ اپنے لیے فاتح کا لقب حاصل کرے اور خود کو شرمندگی سے بچائے۔

اسی طرح روس جو کہ ملحد اور کمیونسٹ ہے ان کا کوئی عہد نہیں ہے۔ نہ ہی وہ اپنے اس قول میں صادق ہے کہ افغانستان سے اپنی تمام تر افواج نکالے گا آخر یہ سوال کس سے پوشیدہ ہوگا کہ اگر روسی افواج حقیقت میں بھی اپنے اس معاہدے کے مطابق

محاذِ جنگ پر تلاوت کا ایک منظر

عمل کرے گا تو پھر آخر وہ کیا وجہ تھی۔ جس کے لیے روس کی فوجوں نے افغانستان پر یلغار کیا آخر کیا انہوں نے اپنے مشن میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مزور اس کا جواب نفی میں ہے۔ دوسری طرف سے جس طرح کہ موثق ذرائع نے یہ خبر دی ہے کہ سوویت یونین افغانستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ ادھر نجیب انتظامیہ نے کچھ روز قبل مزار شریف کے لیے ایک نیا نائب وزیر اعظم بھی نامزد کیا جو کہ روسی کابل حکام کے اس منصوبے سے اچھی طرح پردہ اٹھاتا ہے۔ کیا روسی حکومت کا یہ عمل جنیوا معاہدے کے خلاف نہیں ہوگا؟ جب کہ وہ خود اس معاہدے میں فریق بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ روسی افواج افغانستان کے شمالی علاقے کو خالی نہیں کرے گا۔ اگر دنیا کو دھوکہ دینے کے بجے کچھ افواج وہاں سے نکالے گا بھی تو انہیں کابل روس سرحد پر تعینات کیا جائے گا۔ جو کہ براہ راست اس علاقے کو کنٹرول کرنے میں

کارآمد ثابت ہوگا۔

سوم : افغان مجاہدین کے حملوں کی کچھ عملی وجوہات :

جب افغان مجاہدین واپس جاتے ہوئے روسی فوجیوں کے راستوں میں بارودی سرنگیں بچھاتے ہیں اور ان پر اپنے حملے تیز کریں گے تو وہ گھبراہٹ اور خوف وہراس کی حالت میں روس واپس لوٹیں گے۔ جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ افغانستان سے واپس جاتے ہوئے روسی فوجیں جب وہاں پہنچ جائیں تو جن کے ساتھ ان کی ملاقات ہوگی ان کو اس خوف وہراس سے مطلع کرے گا۔ جس کی بدولت افغان مجاہدین کا رعب سوویت عوام پر پڑے گا اور یہ بھی افغان مجاہدین کی کامیابیوں میں سے ایک کامیابی ہوگی۔ اسی طرح جب مجاہدین واپس جانے والے روسی قافلوں پر حملے کرتے ہیں تو یہ اس لیے بھی سودمند ثابت ہوگا کہ یہ تازہ حملوں کا اثر اور یاد ان روسی افواج کے ذہنوں میں بہت دیر تک ہوگی جس سے وہ سوویت فوجیں اپنے آپس میں افغان مجاہدین کی کارروائیوں کو اپنی بحث کا موضوع ٹھہرائیں گے۔ اور آئندہ روسی فوجیں جلد ہی سوویت حکومت کی مخالفت کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔

اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان حملوں سے افغان مجاہدین کے حوصلے مزید بڑھتے ہیں تاہم اب ایک ادنیٰ مجاہد بھی یہ کہتا ہے کہ ہم جلد ہی سمرقند و بخارا کو بھی آزاد کراتے ہوئے روسی فوجوں کا تعاقب کریں گے۔

اگر خدانخواستہ افغان مجاہدین نیم فائر بندی یا مکمل فائر بندی پر عمل پیرا ہوئے تو افغان مجاہدین میں جہاد کی محبت کم ہو جائے گی بلکہ یہ اس کے مترادف ہوگا کہ انہوں نے خدانخواستہ جہاد کو ترک کر دیا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اس کے وعدوں کو سچا سمجھتے ہوئے جہاد کے لیے گھوڑا پال رکھا ہو، گھوڑے کی گھاس پھوس، پانی، لید اور بول قیامت کے روز اس شخص کے ترازو اعمال میں ہوگا۔

تحریر
عبیداللہ خالد
الفاروق کراچی

تقسیم افغانستان کا اندیشہ

افغانستان تبدیلی کی دہلیز پر کھڑا ہے۔ ساڑھے آٹھ سال کی بھرپور جنگی کاوشوں کے بعد روسیوں نے اپنی ناکامی کا عملی طور پر اعتراف کر لیا ہے اور وہ اپنی فوجوں کو دریائے آمو کے پار واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا وہ بارہ لاکھ سے زیادہ افغان عوام کو قتل کرنے کے بعد اپنے ان عزائم اور خواہشوں سے بھی مکمل طور پر دستبردار ہو گئے ہیں۔ جن کے ساتھ وہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو اس ملک میں داخل ہوئے تھے؟ کیا وہ افغان عوام کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں جنہوں نے سلاوی نسل کی توسیع پسندی کی تین سو سالہ تاریخ میں انہیں پہلی بار مکمل ناکامی سے دوچار کیا؟ بلکہ ان کے تیز ہتھیار "اشتراکیت" کو بھی کند کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا اب وہ ان کی بربادی اور بدخواہی نہیں چاہتے؟

سوویت یونین افغانستان میں اپنی فوجی موجودگی ختم کرنے پر آمادہ ہے لیکن جیسا کہ جنیوا مذاکرات میں اس کا اصرار ہے وہ کابل میں ایک کٹھ پتلی حکومت دیکھنا اور اس کی فوجی سرپرستی جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ روسیوں کا کم از کم اصرار یہ ہے کہ افغانستان ان کے حلقہ اثر کا ایک ملک ہے۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ توسیع پسندی سلاوی نفسیات کی سرشت کا حصہ بن چکی ہے۔ لہٰذا وہ افغانستان میں ایک منتخب عوامی اسلامی حکومت کی تشکیل روکنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر سکتے ہیں۔

تبدیلی اور ہنگامے کی اس ساعت میں "جو ۱۹۴۶ء کے برصغیر سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جب انگریزوں کو جانا پڑ گیا تھا لیکن پاکستان کے قیام کو روکنے کے لیے ہر ممکن تدبیر کی جا رہی تھی"۔ افغانستان کے مستقبل کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ شوشے چھوڑے جا رہے ہیں۔ منصوبے بن رہے ہیں۔ اور سودے بازی کی کوششیں مسلسل ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے میں حال ہی میں یہ خیال بھی سامنے آیا ہے کہ روسی افغانستان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ خیال یکسر نیا

نہیں ہے اور اسے پہلے بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس وقت جب روسیوں کو افغانستان میں ہزیمت کا سامنا ہے اور اسے کابل میں ایک کٹھ پتلی حکومت کا قائم رہنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ روسی کسی ایسے منصوبے پر سوچ رہے ہیں۔

افغان دارالحکومت کابل اور دوسرے ذرائع سے حاصل ہونے والی اطلاعات کے مطابق اگر روسیوں نے اس منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا تو وہ کوہ ہندوکش کو دونوں حصوں کی سرحد بنانا چاہیں گے۔ نیا ملک جس میں وہ اپنی فوجی موجودگی کے ساتھ کٹھ پتلی حکومت قائم کرنا چاہیں گے فارسی اور ترکی زبان بولنے والوں کی اکثریت کے علاقوں پر مشتمل ہوگا۔ اطلاعات کے مطابق اس میں پاکستان اور چین کی سرحد کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے آٹھ یا اس سے کچھ زیادہ صوبے شامل ہو سکتے ہیں۔ روسی مزار شریف کو اس کا دارالحکومت بنانا چاہیں گے۔

ایک اطلاع تو یہ ہے کہ اس میں بدخشان سے فاریاب تک چینی سرحد اور گلگت چترال کی پاکستانی سرحد کے ساتھ ساتھ درج ذیل آٹھ صوبے شامل کئے جا سکتے ہیں۔ بدخشاں، تخارہ، کندوز، لغلان سمنگان بلخ، جوزجان، فاریاب۔

ایک دوسری اطلاع کے مطابق اسے آگے بڑھا کر بادغیس اور ہرات تک لایا جا سکتا ہے۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ ایسی صورت میں روسی اپنی پوری سرحد کو محفوظ رکھنا چاہیں گے اور وہ ہزارہ جات کے فارسی بولنے والے صوبے بامیان اور رزگان کے بڑے حصے کے علاوہ غور، وردگ اور غزنی کے ہزارہ علاقوں کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے بلخ اور جوزجان کے جنوبی پہاڑی علاقوں پر مشتمل "سرپل" کے نام سے ایک نئے صوبے کی تشکیل کے منصوبے نے ان قیاس آرائیوں کو ہوا دی ہے۔
اگرچہ ایک خیال یہ ہے کہ معدنیات اور گیس کے ان علاقوں کو روسی، اپنے کچھ دوسرے مفادات کی

سوویت یونین افغانستان میں اپنی فوجی موجودگی ختم کرنے پر ضرور آمادہ ہے لیکن جیسا کہ جینوا مذاکرات میں اس کا اصرار ہے وہ کابل میں ایک کٹھ پتلی حکومت دیکھنا اور اس کی فوجی سرپرستی جاری رکھنا چاہتا ہے۔

وجہ سے الگ کرنا چاہتے ہیں کہ وہاں انہیں مشکلات کا سامنا ہے اور وہ اس پر مؤثر انتظامی کنٹرول کے آرزومند ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ روسیوں کے اس منصوبے کی راہ میں (اگر انہوں نے اسے بروئے کار لانے کا فیصلہ کر ہی لیا تو) عظیم رکاوٹیں موجود ہیں۔

اور سب سے پہلے تو یہ کہ جہاد کے عظیم عمل نے افغان معاشرے کو بنیادی طور پر بدل ڈالا ہے بادشاہوں

عظمتِ اسلام

ترانہ

رُوم ہمارا شام ہمارا　　مسلک ہے اسلام ہمارا
سیدھی سچی راہ ہماری　　عِلم و عمل پیغام ہمارا
جنگل جنگل بستی بستی　　دُنیا بھر میں نام ہمارا
دھن کے پکے قول کے سچّے　　دین کی خِدمت کام ہمارا
ایک کے بندے ایک کی اُمّت　　اک ہم اک اسلام ہمارا
ایک رہیں گے نیک رہیں گے　　عزم ہے یہ ہر گام ہمارا
رُوحِ بلالیؓ قلبِ اویسیؒ　　دل کی تڑپ آرام ہمارا
سب سے اعلیٰ سب سے افضل　　نام ہمارا کام ہمارا
صبح ہماری شام ہماری　　آغاز و انجام ہمارا

دُنیا مِٹ سکتی ہے طالبؔ
مِٹ نہ سکے گا نام ہمارا

طالب جلالپوری

کے عہد میں فارسی، پشتو اور دوسری زبانیں بولنے والوں کے درمیان منافرت کی جو دیواریں اٹھانے کی کوشش کی گئی تھی، وہ کب کی ڈھے چکیں اور افغانستان کی وسعتوں میں اس کی گرد بھی باقی نہیں۔ ظاہر شاہ کے نیم جمہوری عہد میں جب اسمبلیاں وجود میں لائی گئیں تھیں۔ فارسی اور پشتو کی بحث سرکاری اہتمام سے شروع ہوئی لیکن اس کے اثرات کبھی کے زائل ہو چکے۔ ظاہر شاہ کے عہد کی تمام پرانی قیادت مکمل طور پر بے اثر ہو کر تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔

۲۔ اتحاد اسلامی مجاہدین افغانستان میں شامل سات قابلِ ذکر جماعتوں میں سے کوئی ایک جماعت بھی ایسی نہیں جو کسی ایک ہی لسانی گروہ کی مکمل نمائندگی کرتی ہو۔

۳۔ امیر عبدالرحمٰن کے عہد سے ظاہر شاہ کے دور تک پشتون قبائل شمالی علاقوں میں آباد ہوتے رہے اسی طرح جنوبی علاقوں میں فارسی بولنے والے موجود ہیں۔ خود دارالحکومت کابل کے ارد گرد فارسی اور پشتو بولنے والوں کی آبادیاں موجود ہیں۔ لہذا افغانستان کو فارسی ونزکی اور پشتو زبانیں بولنے والے علاقوں میں قطعی طور پر تقسیم کیا ہی نہیں جا سکتا۔

۴۔ ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر روسیوں نے افغانوں کو سزا دینے کے لیے ان کے ملک کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تو اس کی حمایت کرنے کون اٹھے گا؟ وہ کابل کی پشتون اکثریت والی انتظامیہ کو اٹھا کر تو مزار شریف نہیں لے جا سکتے۔ پھر جہاد سے نئی زندگی حاصل کرنے والے افغانستان میں جہاں آج قبائل اور زبانوں کی بنیاد پر بات کرنا بھی ممکن نہیں، لسانی تقسیم کے نعرے کی حمایت کہاں سے آئے گی؟ روسی فوج افغانستان میں داخل ہوئی تو پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی کے نام سے اس کی حمایت کرنے والی ایک بڑی نچلی تنظیم موجود تھی۔ انتظامیہ اور فوج میں اس کے کارندے

بھی سرگرم تھے۔ لیکن اس صورتِ حال میں جب مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان کسی تنازعے کا وجود تک نہیں بلکہ جہاد کے عمل میں قبائل تک کے فاصلے کم ہو گئے ہیں۔ اس طرح کے کسی منصوبے کے لیے برائے نام تائید بھی کہاں سے آئے گی۔ کیا روس افغانستان کے آٹھ شمالی یا زیادہ سے زیادہ بارہ مکمل اور تین

جزوی) صوبوں میں اپنی فوجی موجودگی برقرار رکھ کر اس منصوبے کو بروئے کار لانا چاہے گا ۔ اگر یہ دو تہائی آبادی اور رقبے سے دستبردار ہو کر اس طرح کا کھیل کھیلنا چاہے گا تو لڑائی کی نوعیت شمالی اور جنوبی ویتنام کی سی ہو جائے گی ۔ اگرچہ اس کے نتیجہ میں مزید خونریزی ہو گی (جو ممکن ہے پہلے سے جاری جنگ سے زیادہ بھیانک ہو) لیکن اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ افغانوں کی ایک آزاد مملکت وجود میں آ جائے ۔ دو تہائی رقبے اور آبادی کے آزادی حاصل کر لینے کی صورت میں جب ان کے پاؤں تلے ان کی آزاد زمین باہنیں پھیلائے بچھی ہوگی ۔ ان کے حوصلے کہیں زیادہ بلند ہو چکے ہوں گے ۔ جو ٹیم دو یا تین گول کی واضح اکثریت سے جیت رہی ہو ۔ اس کے دل میں شکست کا خوف نہیں رہتا ۔ پھر یہ بھی ہے کہ شمالی علاقے آزادی کی جدوجہد میں پشتون اکثریت کے جنوبی علاقوں سے کبھی پیچھے نہیں رہے اگر ان علاقوں میں روسی فوج موجود رہی تو وہ آج کی طرح جدوجہد جاری رکھیں گے ۔ اگرچہ اس انداز میں قدرے تبدیلی آ جائے گی ۔

اس امر کا بھی کوئی احتمال موجود نہیں کہ ایران میں موجود پندرہ لاکھ مہاجروں میں سے قریباً بارہ لاکھ اور پاکستان کی خیمہ بستیوں میں آباد ۳۳ لاکھ میں سے آٹھ لاکھ سے زیادہ فارسی اور ترک زبانیں بولنے والے شمالی علاقوں کے مہاجرین ایسی تقسیم کو قبول کریں اور اس کے خلاف سرگرم نہ ہوں ۔ افغانستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی اطلاعات سامنے آئیں تو یہ کہا گیا تھا کہ ایرانی حکومت اسے قبول کرے گی ۔ لیکن ایرانی حکومت کی طرف سے فوراً ہی تردید سامنے آ گئی ہے ۔

اگرچہ افغانوں پر تُلا ہوا سوویت یونین ان کے خلاف کسی بھی طرح کی منصوبہ بندی کر سکتا ہے ۔ جس طرح کہ بعض سوویت نواز پاکستانی سیاست دانوں کے بقول وہ بھارتی فوج کو افغانستان میں اتارنے کے لیے دہلی کی حمایت حاصل کر سکتے ہیں ۔

تاریخ بتاتی ہے کہ دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے ہمیشہ ہر طرح کے حربے آزمائے جاتے ہیں ۔ غیر متوقع مقام سے حملہ کرنا ۔ دھوکہ دینا ، مخالفین کے اندر اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور اس طرح کے دوسرے ہتھکنڈے محاذ آرائیوں اور دشمنیوں کا حصہ رہے ہیں ۔ لیکن حالات کا دھارا روسیوں کے خلاف بہہ رہا ہے اور افغانوں میں مکمل آزادی حاصل کرنے کی تڑپ اس درجہ شدید ہے کہ وہ نہ کسی طرح کی مفاہمت پر آمادہ ہیں اور نہ دھوکہ کھانے پر ۔ جنگ کی بھٹی سے ابھرنے والی قوم اور حیرت انگیز آزمائشوں میں سرخ رو ہونے والی قیادت کو دھوکہ دے بھی کون سکتا ہے ؟

شاکر وثاق

گزشتہ مارچ کے شروع سے لیکر ۱۴ اپریل تک جنیوا نے پوری دنیا کی توجہ عام طور پر اور مسئلہ افغانستان سے دلچسپی رکھنے والوں کی توجہ خاص طور پر اپنی طرف مبذول کرائے رکھی۔ یہ انتظار افغانستان سے متعلق اس سمجھوتے پر دستخط کے سلسلے میں تھا جس کے لیے روس، امریکہ و پاکستان اور افغانستان انتظامیہ کوشش کر رہے تھے۔ ۱۴ اپریل کو دستخط مکمل ہوئے اس شرط پر کہ اس پر عمل درآمد ۱۵ مئی سے شروع کیا جائے۔

جنیوا سمجھوتہ اور اصل حقائق

باوجود اس کے کہ یہ سمجھوتہ انگریزی زبان میں لکھا گیا اور دو زبانوں یعنی اردو اور پشتو میں ترجمہ کیا گیا لیکن اس کے فہم اور اس کی شقوں کی تفسیر میں اختلافات دستخط ہونے کے فوراً بعد شروع ہو گئے۔ ہر ایک فریق اس کی تفسیر اس طور کرنے لگا جس سے اس کے مقاصد پورے ہو سکتے ہیں۔ اور جس سے اس کے اپنے منصوبوں کے لیے راہ ہموار ہوتی ہے اور وہ اپنی اپنی افواج کو حرکت دے۔ اور ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس سمجھوتے کے سطور موضوعین کے ساتھ پیش کر دیں۔ اور اس کے بین السطور جو کچھ ہے اسے سیاسی مبصرین کی آراء کی روشنی میں اس سے آگاہ کر دیں اور اس کی شقوں میں جو تناقض اور ہند ھن ہے۔ اس سے بھی لوگوں کو آگاہ کر دیں اور یہ کہ کیا یہ سمجھوتہ ایک مضبوط سمجھوتہ ہے یا بیکار۔ یہ سمجھوتہ جس پر چار وزراء خارجہ نے دستخط کئے ہیں تین دستاویزات پر مشتمل ہے۔

دستاویز نمبر ۱ :

یہ دو الگ الگ سمجھوتوں پر ہے جو حکومت پاکستان اور کابل کمیونسٹ انتظامیہ کے درمیان ہے۔ پہلے میں تعلقات کو معمول پر لانے اور اچھی ہمسائیگی اور تعاون اور خطے میں دونوں حکومتوں یعنی پاکستان اور کابل انتظامیہ کے درمیان سلامتی کو مضبوط بنانے کی خواہش اور دوسرے سمجھوتے میں مہاجرین کی اپنی مرضی سے واپسی ہے۔

پہلا سمجھوتہ :

یہ سمجھوتہ کئی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ جن میں طرفین پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر قسم کی امداد اور سہولیات اور تخریب یا دہشت گرد جماعتوں کو بند کر دیں یا ایسے کرائے کے سپاہیوں کو جو دونوں حکومتوں میں سے کسی کے مخالف ہوں مزید برآں یہ کہ وہ کسی قسم کی فوجی تربیتی کیمپ یا اڈے ان کو فراہم نہیں کرے گا۔ جن کا مقصد ان کو منظم کرنا یا ان کو تربیت دینا ہو یا ان کی مالی معاونت ہو یا ان کو مسلح کرنا ہو۔ جن سے مقصد دونوں حکومتوں کی سرزمین پر بے چینی اور بدنظمی پیدا کرنا ہو۔

اور اس پیراگراف کے مطابق روس اور کابل انتظامیہ پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کی سرزمین پر مجاہدین کے ۱۰۰ یا ۲۰۰ مراکز بند کر دیئے جب کہ پاکستان یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ یعنی مجاہدین دہشت گرد عناصر نہیں ہیں بلکہ وہ لڑائی میں ایک فریق ہیں۔ پاکستانی سیکرٹری خارجہ (اُس وقت کے) زین نورانی نے جنیوا سے اسلام آباد واپس پہنچنے پر اعلان کیا کہ اس کا ملک اس سمجھوتے کے تحت اس بات کا پابند نہیں ہے کہ وہ مجاہدین کو ان کے ٹھکانوں سے جو اس کے ملک میں ہیں نکال دے اور جس سمجھوتے پر اس نے دستخط کئے ہیں اس میں اس کا عہد نہیں کیا گیا ہے بلکہ صدر ضیاء الحق نے واضح کیا کہ اس نے روس کو یہ بات پہنچا دی ہے کہ وہ افغانستان کے ساتھ اپنی ۱۹۰۰ کلومیٹر لمبی سرحد بند نہیں کر سکتا جب کہ روس جو ایک بڑی طاقت ہے اس میں ناکام رہا۔

افغان رُوح کا عزم

نہ چھیڑو! میرا بہہ رہا ہے لہُو
تن کر کے چھوڑوں گا اپنا عدو

شہیدوں کے ہر جا پہ انبار ہیں
بلاتے ہیں اُجڑے ہوئے کاخ و کوُ

قسم ہے! اے خونِ شہیداں قسم!
ماند پڑنے نہ دیں گے شمعِ آرزو

ہم سجاتے رہیں گے نئے قافلے
ازل سے ہے فطرت میری جنگجو

کیسے ٹھنڈی پڑے آتشِ انتقام
ہم لڑیں گے دمِ آخریں کُو بہ کوُ

مقصدِ زندگی بن گیا ہے وطن
اِک شہادت کی منزل میرے روبرو

آج بھی چشمِ اقوام حیران ہے
سرخرو! مردِ افغان ہیں سرخرُو

تم نے دیکھا یہ غیرت کا عالم ہے کیا!!
عزمِ پیہم ہے سینوں میں ہے لاتقنطوا

آج پانا ہے ہم کو لہو کا ثمر!
آ رہی ہے وہ خونِ شہیداں کی بوُ

سنا ہے جنیوا میں جو کچھ ہُوا
جال ہے عقلِ عیارہ کا چار سوُ

مانگتا ہے رحم کی وہ خیرات پھر
لوٹنے کو ہیں اب تیرے جام و سبو

نہ تم بچ سکو گے مکافات سے
یہ عیاری مکاری ہے تیری خوُ

ہوئی ہے کوئی بات تاوان کی
کون جارح! بتا دے ذرا ہیں کہ توُ

بن کے آیا ہے غاصب امن کا سفیر
جو فلسطین کے مسئلے میں ہے آبرُو

اے برادر وطن پاک صد شکریہ
تو رہا ساتھ میرے نہ کی ہاؤ و ہُو

تم نے رکھا تھا ہمسائیگی کا بھرم
اور کرتے رہے دل کے چاک رفو

کیا ہُوا جو دباؤ میں تم آ گئے
اور بھڑکی میری آتشِ اللہ ہُو

مرحلہ یہ عبُوری حکومت کا ہے
آج جاری ہے اس کے لیے جستجُو

اس کو دینا پڑے آج تاوانِ جنگ
ہم سے کرنی پڑے گی اُسے گفتگو

پھر بسانا پڑے گا یہ اجڑا وطن
بگاڑا تھا تم نے میرا رنگ و بوُ

تم نے لینا شہیدوں کا ہے خوُں بہا
ایک مقصد کی خاطر ہیں سب باوضو

تم کو آزاد کرنے پڑیں گے وطن
خود سمٹ کر رہو گے میرے روبرُو

آج پانے ہیں قربانیوں کے صلے
اے مسلمانِ عالم! پھر ہو قبلہ رو

احمد حسیب قیصر لاہور

اور یہ متنا قضفی مفہوم اس آخری پیراگراف سے بھی نکلتا ہے جو دونوں ملکوں میں سے کسی کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا مہم سے متعلق ہے۔ اور جو دوسرا حصہ سمجھوتے کا ہے وہ مہاجرین کی اپنے ملک کو رضاکارانہ واپسی سے متعلق ہے تو پاکستان مہاجرین میں سے کسی کو بھی واپسی پر مجبور نہیں کرے گا جس میں مجاہدین بھی شامل ہیں۔ کیونکہ ایک حیثیت میں وہ مہاجرین بھی ہیں۔

دوسری دستاویز

یہ دستاویز روسی افواج کی واپسی کے ٹائم ٹیبل سے تعلق رکھتا ہے جو ۱۵ مئی ۱۹۸۸ء سے شروع ہوگی اس طرح کہ ۵۰ فیصد روسی افواج کی واپسی پہلے تین مہینوں میں (۱۵ اگست ۱۹۸۸ء) تک مکمل ہوگی۔ اس شرط کے ساتھ کہ آخری روسی فوج ۱۵ فروری ۱۹۸۸ء تک افغانستان سے نکل جائے گا۔

یہ دوسری دستاویز ۱۸ مہینوں بعد مہاجرین کی واپسی کے ٹائم ٹیبل کا بھی تعین کرتی ہے اعلامیہ میں یہ بھی ہے کہ دونوں ملکوں پاکستان اور افغانستان کے نمائندے جب بھی ضرورت ہو آپس میں ملیں گے۔ اور اقوام متحدہ اس پر عمل درآمد کی نگرانی کا ذمہ دار ہوگا۔

تیسری دستاویز

یہ دستاویز سمجھوتے کے ڈھانچے سے باہر خیال کی جاتی ہے اور یہ روس اور امریکہ کے درمیان دو مفاہمتی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی یادداشت ایک ایسی حکومت کی تشکیل سے متعلق ہے جو افغانستان کے مختلف قبائل پر مشتمل ہو۔ دوسری دستاویز طرفین کو امداد جاری رکھنے سے متعلق ہے۔

اور یہ بات اس سمجھوتے کے تناقضات میں شمار کی جاتی ہے اس لیے کہ امداد جاری رکھنا عدم مداخلت کے بنیادی اصول کے منافی ہے اور صدر ضیاء الحق نے واضح کیا کہ مجاہدین کو امداد پاکستانی سرزمین پر سے گزرتے دی جائے گی اور مجاہدین کی پناہ جاری رہے گی۔

سفارت کاروں کی رائے میں "ایک کمزور سمجھوتہ"

دستخط ہونے کے فوراً بعد جنیوا میں سفارت کاروں نے اس سمجھوتے کو ایک کمزور سمجھوتہ قرار دیا اس لیے کہ اس میں بہت سارے تناقضات ہیں اور اس لیے کہ مجاہدین نے اس کو رد کیا جو لڑاتی میں اصل فریق ہیں۔ اور یہ واضح بات ہے کہ اس سمجھوتے کی عبارت اس طرح بنائی گئی ہے کہ طرفین شرمندگی کا شکار نہ ہوں اور ہر فریق اس میں عین اس طرح کرے جس طرح اس کا دل چاہے اور اسے ایک مضبوط موقف کے طور پر ظاہر کرے اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ دونوں اطراف اس سمجھوتے کے مابین سطور پر اعتماد رکھتے ہیں یا اس کے پیراگرافوں میں پوشیدہ باتوں پر بھی اور ان کے دو طرفہ سمجھوتے پر مفاہمت اس سے زیادہ ہے جتنا کہ لکھے ہوئے سطور میں وہ اعتماد رکھتے ہیں۔ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جنیوا میں فریق اس بات پر متفق ہوئے کہ روسی افواج نکل جائیں اور ان کی جگہ ایک غیر جانب دار یا بیچو حکومت کابل میں قائم ہوجاتے (جو فطری طور پر غیر اسلامی ہو) اور موجودہ جہاد کو جو عالمی بے قراری کا سبب ہے ختم کردے اور جنیوا سمجھوتہ پہ دستخط اس راہ کی طرف پہلا قدم ہے۔

اس سمجھوتے کی جو حقیقت ہے وہ جس طرح کہ ایک پاکستانی افسر نے بتایا وہ قانونی میکینیکزم ہے جو روسی افواج کو افغانستان سے اقوام متحدہ کے زیر اثر نکالنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

جنیوا سمجھوتے میں مختلف ممالک کے مفادات اور موقف

جب ہم مختلف ممالک کا جنیوا سمجھوتے اور مسئلہ افغانستان کے متعلق موقف کو جاننا چاہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان ممالک کے مفادات کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ مفادات ہی وہ چیز ہے جو موقف کا تعین کرتا ہے اور اس سلسلے میں ہم اس بات کا سب سے پہلے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی یا درمیانے۔ ان کا ایک مفاد آپس میں مشترک ہے اور وہ ہے صحیح اسلامی حکومت

کا عدم قیام۔

"اب ہم سب سے پہلے دو ممالک کے موقف سے ابتدا کرتے ہیں روس اور امریکہ"
روس نے افغانستان پر حملہ کیا تاکہ وہ اپنے جنوبی اسلامی سرحدات کو محفوظ بنائے افغانستان
میں ابھرتے ہوئے اسلامی سیلاب کو ختم کرکے اور وہاں پر ایک سوشلسٹ حکومت زبردستی
قائم کردے تو اس کا مفاد یہ تھا کہ ایک اسلامی حکومت کو اپنے سرحدات پر قائم نہ ہونے دے۔
اور امریکہ اس کا وسط ایشیا میں پاکستان کے علاوہ کوئی دوست باقی نہیں رہا جو
ہندوستان اور ایران کے درمیان محصور ہے اور اب شمال کی جانب سے اس
پر افغانستان میں سوشلسٹ حکومت کے قیام سے دائرہ مکمل ہوگیا جس کے معنی یہ
ہو سکتے تھے کہ اس علاقے میں امریکہ اثرونفوذ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے
اس کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ وہاں ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈالے
جو اس کے زیر اثر ہو۔ جو روس اور افغانستان کی سرحد پہ ہو۔ اس بات کو روس نے
رد کر دیا۔ اب وہ دونوں ایک ایسی حکومت پر رضامند ہوگئے جو فن لینڈ اور آسٹریا
کی حکومت کی طرح ہو یعنی ایک جانب دار حکومت افغانیوں پر ٹھونس جائے
اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو لڑائی، جنگ اور تقسیم کا سلسلہ جاری رہے یہاں تک
کہ روس اس کا شمالی حصہ لے اور امریکہ جنوبی حصہ۔ یہی ان دونوں میں
سے ہر ایک کا حقیقی مقصد ہے جو ان سمجھوتوں اور اس کی وضاحتوں اور
قلیل مدت والی منصوبہ بندی سے کہیں دور ہے۔
اور جب معاملہ یہ ہے تو روس نکل جائے اور وہ اپنے
فوجیوں کو محفوظ بنالے تو امریکہ اس موقع کو غنیمت جانے گا اور افغانستان کے آزاد کنندہ
اور روس کے بھگانے والے کے طور پر خود کو ظاہر کرے گا۔

پاکستان کا مؤقف:

حکومت پاکستان یہ نہیں چاہتی کہ سرحد کے ساتھ پھیلے ہوئے قبائل کے ساتھ
مسائل اٹھتے رہیں اور پاکستان کے اندر سوشلسٹ سرگرم عمل رہیں تو اس کے لیے
ضروری ہے کہ وہ مجاہدین کی امداد جاری رکھے۔ حتیٰ کہ جنیوا سمجھوتے کے بعد روس

واپس بھی چلا جائے۔ تاکہ مجاہدین اپنے حملے تیز کردیں جس سے نجیب حکومت استعفیٰ پر مجبور ہو جائے اور غیر جانبدار حکومت آجاتے اور اس سلسلے میں پاکستان کو جیسے کہ اس کے حکام اور عوام اعتراف کرتے ہیں بہت زیادہ بین الاقوامی دباؤ کا سامنا ہے تاکہ افغانستان کے متعلق اس کے موقف کو چیلنج کیا جاتے۔

نجیب کابل انتظامیہ کے سربراہ کا موقف :

اس کی یہ کوشش ہے کہ وہ خود کو اس موقعے کا مناسب آدمی ثابت کردے تاکہ اسے ہٹایا نہ جائے۔ اس لیے وہ بہت زیادہ کوشش کرتا ہے کہ وہ یہ مطلوبہ غیر جانبدار حکومت تشکیل دے۔ اس لیے وہ مجاہدین کے قائدین کو بار بار دعوت دیتا ہے کہ اس ساتھ مذاکرات کریں اور حکومت میں اشتراک کریں۔ اور کبھی ظاہر شاہ کے حق میں اپنے استعفیٰ کے لیے تیار ہونے کی بات کرتا ہے۔ اس شرط پر کہ مجاہدین بھی اسے قبول کرلیں۔ اور اس کی حکومت نے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرلی ہے۔ تاکہ وہ اپنی قوت کو اہم شہروں اور شاہراہوں پر جمع کرے۔ اس طرح دیہات اور دور دراز علاقوں کو خالی کردے۔ خاص کروہ علاقے جو پاکستان کے ساتھ سرحد پر واقع ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بھی متبادل منصوبہ بندی کررہا ہے تاکہ اگر روسی افواج کے نکلنے کے بعد جسے نجیب نے مجبوراً قبول کیا ہے سقوط کابل ہوجائے تو وہ دارالحکومت کو شمال کی طرف منتقل کردے۔

ھندوستان۔

اس کے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے اعلان کیا ہے جیسے کہ اس سے پہلے اس کے نانا نے اعلان کیا تھا کہ اس کا ملک اپنے سرحدات کے قریب اسلامی حکومت ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اور ہندوستان پاکستان کے خلاف اپنے پرانے حلیف ظاہر شاہ کی واپسی کے لیے بہت زیادہ کوشاں ہے۔ اس طرح ہندوستان نے پاکستان کے دشمنوں کے لیے دباؤ میں اپنا کردار ادا کیا۔ اور وہ چاہتا ہے کہ وہ افغانستان میں مستقبل کی حکومت بنانے میں اپنا خاص کردار ادا کرے۔

PROPERTY OF ACKU

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

البنیان المرصوص

Albunyan Almarsus

Monthly Islamic Magazine

جلد دوم ۔ شمارہ ۵ مسلسل نمبر ۱ جون ۱۹۸۸ء

اس ◎ شمارے ◎ میں

۱۔ القرآن

۲۔ الحدیث

۳۔ مسلمان بھائیوں کے نام

۴۔ جہادی سنگر سے

۵۔ حاجی چھاؤنی پر قبضہ...

۶۔ جنیوا مذاکرات پس منظر...

۷۔ واپس جانے والے دستوں...

۸۔ تقسیم افغانستان کا....

۹۔ افغان روح کا عزم...

۱۰۔ جنیوا سمجھوتہ ادلہ...

۱۱۔ افغانستان میں روس کے...

۱۲۔ افغان عوام خود ہی...

۱۳۔ جہاد افغانستان کے...

۱۴۔ افغانستان طرز حکومت...

۱۵۔ بری کوٹ...

۱۶۔ افغان مہاجرین کی واپسی...

۱۷۔ کابل میں مجاہدین....

۱۸۔ ایک شہید کا خط...

P. O. Box 467 PESHAWAR
(N.W.F.P.) PAKISTAN
TEL: 42211 TELEX: 52378 IIMA-PK

Bank of oman Ltd. FCA 68 Peshawar

قیمت فی پرچہ /-۵ روپے

مغربی حکومتیں اور حبایات :

وہ امریکہ کے ساتھ اس کے بڑے بڑے مقاصد کے حصول میں متفق ہیں اور انہوں نے بالاتفاق جنیوا سمجھوتے کا خیر مقدم کیا ہے ۔ اور مہاجرین کی وطن واپسی اور افغانستان کی تعمیر میں اپنی مالی معاونت کا اعلان کیا ہے ۔ اور ان کا ہدف افغانستان کو مغرب نواز بنانا ہے تاکہ وہ اقتصادی ، تمدنی اور ثقافتی طور پر مغرب کے تابع بن جائے

مشرق وسطیٰ کی حکومتیں :

عام طور پر ان کا موقف رضامندی کا ہے ۔ ان میں سے بعض نے سمجھوتے کا خیر مقدم کیا ہے اور بعض خاموش ہیں ۔ (جو رضامندی کی علامت ہیں) اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو در پردہ غیر جانب دار حکومت کو مسلط کرنے کے لیے کوششیں کر رہی ہیں ۔ یہ وہ حکومتیں ہیں جن کو خلیج کی جنگ نے ڈرا دیا ہے ۔ اور وہ اسرائیل کی اذیت سے امن میں رہنا چاہتی ہیں ۔ اور اس کا راستہ جیسے کہ روس نے انہیں سمجھایا ہے ۔ افغانستان پر سے ہو کر گزرتا ہے ۔ اور ان میں ایران شامل نہیں ہے ۔ جس کا کوئی مضبوط موقف سامنے نہیں آیا ہے ۔ اس لیے کہ وہ مجاہدین کے موقف کے داؤ پر روسی اسلحہ کے حصول کے لالچ میں ہے ۔

چین :

مثلاً افغانستان کے سلسلے میں چین کا موقف روس اور ہندوستان کے ساتھ علاقائی دشمنی پر مبنی ہے ۔ اگرچہ اس نے جنیوا میں پاکستانی کوششوں کی تائید کی ہے لیکن اس کا موقف اس سلسلے میں پہلے کی طرح اسلحہ کے ایک تاجر کی سی باقی ہے ۔

تحریر: موسیٰ خان جلالزئی

افغانستان میں روس کے عزائم

مسئلہ افغانستان پر کچھ لکھنے سے پہلے ماضی میں روس کے عزائم اور ہوسِ ملک گیری کی سیاست پر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تاریخی شواہد سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ ماضی کے سیاسی مسائل سے روس نے کس حد تک اور کس نوعیت کے ناجائز فائدے اٹھائے ہیں ؛

روس میں ۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب سے پہلے کی حکومت طاقت کی سیاست کو خارجہ پالیسی کی بنیاد بنائے ہوئے تھی۔ مشرقِ بعید میں جاپان سے تحفظ، منچوریہ کی بندرگاہوں کے ذریعہ ایشیا میں تجارت اور یورپ کی طاقتور ریاستوں کے درمیان بفر سٹیٹ کے قیام کے مسائل روسی خارجہ پالیسی کے اہم ستون تھے۔ ۱۹۱۷ء میں جب روس میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا تو متواتر تین برس تک مغرب کی دوسری طاقتیں اسے ناکام بنانے کی کوششوں میں لگی رہیں۔ روس نے ۱۹۲۱ء میں برطانیہ سے تجارتی معاہدہ کرلیا اور پرشیا، ترکی، افغانستان اور بیرونی منگولیا سے بھی ایسے ہی معاہدے کرلئے۔ روسی حکومت تو مجلس اقوام کو دنیا بھر کے پرولتاریوں کے خلاف بورژوائی طاقتوں کا اڈہ قرار دینے کا پروپیگنڈہ کراتی رہی۔ لیکن جب اُسے خود جرمنی سے خطرہ محسوس ہونے لگا تو ۱۹۳۴ء میں روس بھی مجلس اقوام کا رُکن بن گیا۔ روس اجتماعی تحفظ کے نظام کو مؤثر بنانے اور بین الاقوامی سیاست میں اہم کردار ادا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اٹلی نے ایبے سینیا پر قبضہ کرلیا تو روس نے اس اقدام کی مذمت کے ساتھ مجلس اقوام کے ارکان پر بھی ملامت کی۔ روسی نمائندے نے جنرل اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایسی مجلس اقوام کی کوئی ضرورت نہیں جو ارکان کو بیرونی جارحیت سے تحفظ دینے کی اہل نہیں ہے۔ پھر اسپین کی خانہ جنگی برطانیہ اور فرانس نے غیر جانبداری اختیار کی تو روس کو شدید دھکا لگا۔

روسی حکومت نے پہلے پہل تو چین میں کیمونزم کا پروپیگنڈہ کیا پھر جب جاپان نے منچوریہ پر قبضہ کرلیا تو روس اور جاپان میں اختلافات بڑھ گئے۔ روس نے چین سے عدم جارحیت کا معاہدہ کرلیا۔ چینی قیادت روسیوں پر سامراجی عزائم کا الزام عائد کرتی ہے اور دونوں ملکوں کے درمیان اب واجبی سے تعلقات ہیں۔ جاپان سے تعلقات میں بھی روسی قیادت نے مخصوص پالیسی پر عمل درآمد کیا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد روس کی خارجہ پالیسی میں بعض اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ روس نے طاقت میں اضافہ

کرنے، سائنسی میدان میں ترقی کرنے اور تباہ کن ہتھیار ایجاد کر لینے کے باعث یورپ کی سب سے بڑی اور دنیا کی ایک عظیم مادی طاقت بن گئی۔ اس دوران مشرقی یورپ کے ممالک البانیہ، بلغاریہ، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ اور مشرقی جرمنی روس کے زیرِ اثر چلے گئے۔ لتھونیا، اسٹونیہ اور لٹویا اب روسی یونین کا حصّہ بن گئے تھے۔

روس کی خارجہ پالیسی کے مقاصد کچھ یوں ہیں کہ روس کے مغرب میں واقع ریاستوں کو اپنے حلقہ اثر میں رکھنے کے علاوہ جرمنی اور مغربی یورپ میں امریکی سامراجیت کے اثرات زائل کرنا اور کمیونسٹ انفارمیشن بیورو کی ہدایت پر روسی پالیسی کے مطابق ہر ملک میں کمیونسٹ پارٹیاں تشکیل دینے میں لوگوں کی اخلاقی مدد کرنا ہے۔

ایسی تمام بین الاقوامی تجاویز کی مخالفت کرنا جن کی رُو سے روسی اثر کے علاقوں میں آفیسران وغیرہ تعینات کرنے کی تجویز پیش کی جاتی ہو اور مشرق بعید کے ممالک میں روسی اثرات بڑھانا اور سمندروں میں نقل و حرکت کے حقوق حاصل کرنا ہے۔ روسی افواج کی طاقت، مہارت اور تعداد میں اضافہ کرنا اور اسے دور دراز علاقوں تک پھیلنے کے مواقع فراہم کرنا۔

یہ تھی روس کی خارجہ پالیسی کے چند نمونے جن کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ روس نے اپنی توسیع پسند پالیسی کے تحت جب ۱۹۷۹ئیں افغانستان پر حملہ کیا تو یہ اس کے لئے مناسب وقت تھا کیونکہ اس وقت پورا خطہّ بالخصوص ایران عدمِ استحکام کا شکار تھا۔ ایران نے انقلاب کے بعد تہران کے امریکی سفارت خانہ میں قریباً پچاس امریکیوں کو یرغمال بنا رکھا تھا اور امریکہ یرغمالی حاصل کرنے کی سعی وجدوجہد میں مصروف تھا۔ اس وقت بین الاقوامی سطح پر روس اور امریکہ کے درمیان (نیٹو) کے ممالک کو درمیانہ درجہ کے ایٹمی میزائل مہیا کرنے کے مسئلہ پر شدید اختلافات رونما ہو چکے تھے۔

افغانستان پر روسی فوجوں کی یلغار اور اس کے بعد نوبل انعام یافتہ ممتاز روسی منحرف ڈاکٹر اندری سخاروف کی جلا وطنی پر مغرب میں انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا اور مشرق و مغرب کے درمیان دتیانت کو شدید دھچکا لگا۔ افغانستان میں روسی کارروائی کے بعد امریکہ نے دی آنا میں طے ہونے والے (جون ۱۹۷۹ء) تخفیف اسلحہ کے معاہدے کی سینیٹ میں توثیق کا معاملہ معرضِ التواء میں ڈال دیا۔ بلکہ عالمی سطح پر روس کو گندم کی ترسیل روکنے کے علاوہ دیگر کئی پابندیوں کا اہتمام بھی کیا۔ غیر جانبدار افغانستان پر روسی جارحیت کی یلغار پر دنیا میں شدید ردِ عمل ہوا اور تہران و دہلی کے علاوہ کئی دوسرے ملکوں میں افغان اور مقامی طلباء نے زبردست مظاہرے کئے۔ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق بعید کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے ملکوں نے بھی روس کے اس اقدام کی شدید مذمت کی۔ شام اور جنوبی یمن کا مؤقف یہ تھا کہ افغانستان میں روسی کارروائی سی آئی اے کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے کی گئی ہے۔ بھارت کے ایک ترجمان نے کہا کہ ہم افغانستان کے داخلی معاملات میں خارجی مداخلت کے خلاف ہیں۔

افغانستان میں روسی جارحیت کے بعد پاکستان اور ایران کی سرحدوں کو خطرہ لاحق ہوا۔ تہران میں روسی سفیر نے اگرچہ ۱۹۸۰ئیں آیت اللہ خمینی سے ملاقات کر کے کچھ یقین دہانیاں کرائی تھیں لیکن ۳۰ جنوری ۱۹۸۰ کو ایرانی وزیر خارجہ قطب زادہ نے ایک بیان میں سرخ خطرہ کی نشاندہی

کرتے ہوئے کہا :۔

"روسی فوجیں ایرانی سرحد سے صرف اٹھارہ میل دور ہیں اور ایرانی بلوچستان اور سیستان کے لئے خطرہ بنی ہوئی ہیں"۔

پاکستان بھی اپنی شمال مغربی سرحد پر روسی خطرے سے غافل نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۷۹ء کے بعد پاکستان کی خارجہ پالیسی میں افغانستان کا مسئلہ سرفہرست اہمیت اختیار کر گیا اور پاکستان نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پُرامن طور پر بین الاقوامی سطح پر تیز تر کردیں۔

ہمیں اس حقیقت سے بھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے کہ روس کی نظریں ایران کے جنوبی ساحل اور مکران کے ساحل پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ افغانستان پر حملہ کرنے کے بعد ڈیرہ اسمٰعیل خان پر حملہ کرکے پاکستانی بلوچستان کے راستے بحیرہ عرب میں کراچی کی بندرگاہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ سری لنکا میں بھارتی مداخلت یا بالفاظ دیگر سری لنکا پر بھارتی قبضے کے حکومت ہند نے روس کو نکوبار میں فوجی اڈہ دے کر انڈونیشیا کے جزائر سکوترا و ملکا کو خطرہ سے دوچار کر دیا۔ اب روس سال رواں یا اگلے سال میں نکوبار سے بآسانی سکوترا و ملکا کو نشانہ بنا کر انڈونیشیا سے چھین سکتا ہے۔ جس سے بحر ہند میں واقع امریکی اڈوں کے علاوہ جنوبی ایشیا میں اس کے مفادات کو شدید خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ سکوترا اور ملکا کے جزائر پر قبضہ کرنے کے بعد واخان سے زیر زمین راستے سے مقبوضہ اور آزاد کشمیر تک پہنچنے کے بعد بھارت اور جنوب مشرقی ایشیا کے دیگر ممالک بھی روسی حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

ایک اور طاقت ور ہمسائے کے ساتھ روسی تعلقات پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان براہ راست مسائل و اختلافات کے ساتھ ساتھ علاقائی مسائل پر اختلافات کی نوعیت بھی شدید ہے۔ براہ راست مسائل میں چین کی سرحدوں پر لاکھوں کی تعداد میں روسی فوجوں کی موجودگی کا سبب کیا ہو سکتا ہے یا منگولیا پر روسی قبضے کا جس چین دعویٰ رکھتا ہے۔ علاقائی مسائل میں افغانستان کا مسئلہ، ویت نام کا مسئلہ اور کمپوچیا کا مسئلہ خاصی اہمیت رکھتے ہیں لیکن ۱۹۷۹ء میں پیدا ہونے والا مسئلہ افغانستان جو براہ راست اس آزاد ملک میں روسی فوجی مداخلت کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان اختلافات کو شدید تر کرنے کا موجب بنا ہو۔ وہ یہ بھی الزام لگانے میں حق بجانب ہے کہ روس افغانستان میں فوجی مداخلت کے ذریعے چین کو محصور کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر واخان کا دستاویزی قبضہ حاصل کرنے کے بعد تو چین کے اس الزام میں وزن پیدا ہو گیا ہے۔

روس نے واخان میں کروز میزائل نصب کرنے کے علاوہ آٹھ ہوائی اڈے اور جدید قسم کا ریڈار نصب کیا ہے جس کے ذریعے وہ ایک طرف پورے علاقے میں جاسوسی کے لئے کام لیتا ہے اور دوسری طرف وہ پاکستان، چین اور بنگلہ دیش کی ایٹمی تنصیبات کے علاوہ دیگر اہم تنصیبات کو نشانہ لگا سکتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ بھارت اور روس ایک طرف ہیں اور چین اور پاکستان دوسری سمت، ان دونوں ملکوں کا مُوقف مسئلہ افغانستان کے بارے میں ایک ہی ہے۔ بھارت سے پاکستان کا جھگڑا کشمیر پر ہے اس مسئلہ پر چین پاکستان کے ساتھ ہے۔ مگر بھارت اور روس کا مسئلہ افغانستان اور کشمیر پر پاکستان سے اختلاف ہے۔ چین اور بھارت کا سرحدی تنازعہ ہے اور یہی صورت حال روس اور چین کی بھی ہے۔

روس اپنی معاشی حالت کو درست کرنے کے لئے افغانستان کے معدنی وسائل (تیل و گیس) کے ذخائر پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ نیز وہ اپنی وسعت پذیر حکمتِ عملی کے تحت خلیج کے گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا ہے۔ روس افغانستان سے ہر سال ۲۰۸ بلین کیوبک میٹر گیس حاصل کر رہا ہے۔ زرعی اجناس میں روس افغانستان سے کپاس حاصل کرتا ہے۔ ان سب اشیاء کے حصول کے باوجود روس کو افغانستان میں لڑائی بڑی مہنگی پڑ رہی ہے۔ روس کو ستر لاکھ ڈالر یومیہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے جبکہ اس کے پچاس ہزار سے زائد فوجی ہلاک اور ستر ہزار کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ افغانستان کی خود مختار، غیر جانبدار اور اسلامی حیثیت کو بحال کرانے کی غرض سے پاکستان نے اقوام متحدہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور دیگر علاقائی تنظیموں سے رابطہ قائم کیا تاکہ افغان مہاجرین باعزت طور پر اپنے وطن جا سکیں۔ اس ضمن میں پاکستان نے چار اصول پیش کیے۔

۱۔ افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء۔

۲۔ افغانستان کے اسلامی تشخص اور غیر وابستہ حیثیت کی بحالی۔

۳۔ افغان مہاجرین کی باعزت واپسی۔

۴۔ اور افغان عوام کی مرضی کے مطابق حکومت کا قیام۔

۱۹۸۰ء میں پاکستان نے مسئلہ افغانستان کو اقوام متحدہ میں پیش کیا چنانچہ جنوری ۱۹۸۰ء میں ہونے والی پہلی رائے شماری میں قرارداد کو ۱۰۴ ووٹوں سے منظور کی۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کی طرف سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں نومبر ۱۹۸۰ء میں افغانستان کے بارے میں جو قرارداد پیش کی تھی وہ اگرچہ اکثریت سے منظور ہوا مگر روس نے قرارداد کی مذمت کی۔

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ جناب آغا شاہی نے اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ وہ ڈاکٹروں کی ٹیم مہاجر کیمپوں میں روانہ کر دیں۔ علاوہ ازیں پاکستان کی سرحدوں پر روسی فوجوں کی نقل و حرکت کا بھی معائنہ کریں۔

۱۹۸۱ء میں جنرل اسمبلی میں مسئلہ ایک بار پھر پیش ہوا۔ جس میں ۱۱۶ امن پسند ملکوں نے افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اسی طرح ۱۹۸۲ء میں پھر ۱۱۶ ووٹ پھر قرارداد کے حق میں آئے۔

۲۰ نومبر ۱۹۸۳ء کو پھر یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا۔ ۲۴ نومبر کو افغانستان میں روسی جارحیت کے بعد پانچویں دفعہ اقوام متحدہ کی ایک بڑی اکثریت نے افغانستان سے غیر ملکی فوجوں کے فوری انخلاء کے لئے پاکستان اور دوسرے بیالیس ملکوں کی طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد منظور کر لی۔

نومبر ۱۹۸۴ء میں بھی پاکستان کے حق میں ۱۱۶ ووٹ آئے۔ نومبر ۱۹۸۵ء میں گزشتہ برسوں کی بہ نسبت ۱۲۲ ووٹ آئے۔

۸ مارچ ۱۹۸۶ء کو اسلام آباد میں پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خاں اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خصوصی نمائندے ڈیگو کارڈویز میں مسئلہ افغانستان پر جینوا کے بالواسطہ مذاکرات کے اگلے دور سے متعلق معاملات پر باضابطہ بات چیت کا پہلا دور ہوا۔ لیکن جب مسئلے پر باقاعدہ بات چیت شروع ہوئی تو کابل کی حکومت نے پاکستان میں بموں کے دھماکے اور سرحدات پر بمباری شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ روس مسئلہ کے حل کا خواہشمند نہیں تھا

اور نہیں ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء کو امریکی اسسٹنٹ سیکرٹری برائے مشرقی وجنوبی ایشیا آرنلڈ رافیل نے کہا کہ ہم مسئلہ افغانستان پر جینوا میں ہونے والے مذاکرات کی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن روس نے سیاسی مقاصد حاصل کرنے اور اپنے زیر تکمیل منصوبوں کو مکمل کرنے کی خاطر بار بار بات چیت شروع کرکے، پھر اسے رد کرکے دنیا والوں کو بات چیت میں مصروف کیا،

علاوہ ازیں اس بات چیت سے اس کا مقصد بین الاقوامی رائے عامہ کا رخ اپنی طرف موڑنا تھا۔ تاکہ دنیا پر یہ عیاں کر سکے کہ روس واقعی افغانستان سے نکلنے کا آرزومند ہے لیکن امریکہ اور پاکستان مسئلہ افغانستان کے حل کے خواہشمند نہیں ہیں۔

مبنوری ۱۹۸۶ء کو افغان کٹھ پتلی انتظامیہ نے روسی فوجوں کی واپسی کا وقت ایک سال مقرر کیا۔ یہ وقت کابل اور ماسکو کے درمیان ہونے والے اس مجموعی سمجھوتے کا ایک حصہ ہے جس کے تحت روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئی تھیں۔ اس سمجھوتے میں کہا گیا ہے کہ جب افغانستان میں کوئی بیرونی مداخلت ہوگی تو روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہو کر افغان حکومت کی مدد کریں گی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں جب ڈیگو کارڈیز افغانستان گیا تو کابل انتظامیہ نے یہ تجویز پیش کی مسئلہ افغانستان کی بات چیت میں بھارت کو بھی شامل کیا جائے۔

۱۴ جون ۱۹۸۶ء کو بارہ یورپی ملکوں پر مشتمل پارلیمنٹ نے افغانستان پر روس کے فوجی تسلط کی شدید مذمت کی اور ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ روس فوری طور پر افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ ۲۲ جولائی کو افغان کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب نے کہا کہ پاکستان افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی زور نہ دے تو افغانستان اور پاکستان کے درمیان جینوا میں بات چیت کی کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔ ادھر روسی راہنما گورباچوف نے اعلان کیا کہ اٹھارہ ہزار فوجی افغانستان سے واپس چلے جائیں گے لیکن امریکہ اور دیگر ملکوں نے اس بیان کو جھوٹ پر مبنی قرار دیا۔ دنیا کے امن پسند ملکوں کی ان تمام مطالبات اور قراردادوں کے باوجود روس کو کچھ احساس تک نہ ہوا اور اپنے ظلم کو جاری رکھا۔

پچھلے دنوں سیاسی حلقوں میں یہ تاثر پیدا ہوا تھا کہ افغانستان کے مسئلہ کے سیاسی حل کی ساری دستاویزات اپنے آخری مرحلہ میں ہیں۔ اس معاملے میں بین الاقوامی ضمانتوں کا مسئلہ درپیش ہے مگر بعد ازاں معلوم ہوا کہ "ہنوز دلی دور است۔" آپ کو یاد ہوگا کہ جب ریگن اور گورباچوف نے تخفیف اسلحہ پر مذاکرات کئے تو اس میں مسئلہ افغانستان پر بھی گفتگو کی تھی۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ فریقین کے درمیان ان باتوں پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔

۱- پاکستان کے علاقے سے افغان کٹھ پتلی حکومت کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۲- فریقین کے مابین ایک معاہدہ طے ہوگا جس کے تحت پاکستان میں مقیم ۳۰ لاکھ سے زائد افغان مہاجرین

کی ان کے وطن واپسی کے پروگرام پر عمل ہوگا۔

۳۔ دونوں ملکوں (پاک افغان) کے درمیان جتنے بھی معاہدے ہوں گے وہ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی تو ہوں گے ہی مگر انہیں بین الاقوامی ضمانتیں بھی حاصل ہوں گی۔

۴۔ افغانستان سے تمام روسی فوجی واپس چلے جائیں

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اپریل ۱۹۸۲ء میں ببرک کارمل کی طرف سے یہ اشارہ ملا تھا کہ روسی فوجوں کے انخلاء سمیت دیگر معاملات پر پاکستان کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کو تیار ہے۔ مگر چونکہ روسی اثر و نفوذ میں رہتے ہوئے ایسا کرنا مشکل تھا اس لئے اس معاملے پر ورکنگ پیپر کی تیاری کی بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔ بعدازاں کابل انتظامیہ کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کے ساتھ براہِ راست مذاکرات کئے جائیں۔ مبصرین کے مطابق کارمل انتظامیہ بھی پاکستان کو اس کے مؤقف سے ہٹانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ اس لئے ممکن نہیں ہے کہ پاکستانی راہنماؤں نے بالواسطہ مذاکرات میں شرکت ہی اپنے مؤقف پر قائم رہتے ہوئے کی اور یہ کہ چونکہ کارمل کو عوام کی حمایت حاصل نہ تھی تو ایسی حکومت کے ساتھ براہِ راست مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس بارے میں توجہ طلب بات یہ ہے کہ روسی رہنما بھی اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ عالمی رائے عامہ افغانستان میں ان کی فوجوں کی موجودگی کے خلاف ہے۔ جس کا اندازہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاس کی جانے والی قرارداد سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان تمام حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہ آئندہ بات چیت کے کیا نتائج برآمد ہوں گے، اس بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ تاہم سیاسی حلقوں کا یہ بھی تاثر ہے کہ روس اپنی مرضی کا حل چاہتا ہے اور اس خیال کو یوں بھی تقویت ملتی ہے کہ افغانستان کی طرف سے پاکستان کی سرحدوں پر دباؤ بڑھ رہا ہے اور جیسا کہ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خاں نے گزشتہ مہینوں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو بتایا کہ سال رواں کے دوران افغان طیاروں نے پاکستانی سرحدوں کی کئی بار خلاف ورزیاں کی ہیں۔

بہر حال پاکستانی رہنما صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں۔ تاہم یہ امر مسلمہ ہے کہ جب تک گوربا چوف اس معاملے میں لچک دار رویہ اختیار نہیں کریں گے اس مسئلہ کا سیاسی حل تلاش کرنا نجیب انتظامیہ کے لئے مشکل ہے۔ افغانستان سے روسی فوج کی جزوی واپسی کے اعلان کو وسیع پیمانے پر سراہتے ہوئے عالمی رائے عامہ نے اپنے ٹھوس شک و شبہات کا بھی اظہار کیا ہے۔ سب سے بڑا معاملہ تو یہی ہے کہ روس پر کس حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ روسی فوجیوں اور مشیروں میں سے چھ ہزار کی واپسی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ روسی عزائم اور افغانستان میں اس کی کارکردگی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ روس افغانستان کے بارے میں سنجیدہ اور کامیاب سیاسی حل کے لئے راہ ہموار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

افغانستان میں مجاہدین کا جہاد جاری ہے۔ دنیا روس کو جارح قرار دے چکی ہے لیکن روس اور کابل میں اس کی کٹھ پتلی حکومت کی پالیسیوں میں کسی بنیادی تبدیلی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے۔ جھوٹ اتنا بولو کہ وہ سچ

معلوم ہونے لگے، کبھی یہ کمیونسٹ کہاوت بڑی مشہور تھی۔ جس طرح خود کمیونسٹوں کے بنیادی نظریات کو ثبات نہیں اور ہر دور میں ہر کمیونسٹ رہنما نے اپنی سہولت کے مطابق کمیونزم کی تعریف مرتب کی ہے اسی طرح کمیونسٹوں نے اپنے اس سلوگن کو بھی اب جدید انداز سے اپنایا ہے۔ خود وہ جھوٹ بولتے ہی ہیں، انہوں نے مغربی پریس کو بھی

رواں کے آخر تک یہ سڑک واخان اور سیاچین گلیشیئر کو باہم زیر زمیں وصل کریں گے۔

سری لنکا پر بھارتی قبضہ کے بعد روس نے نکوبار میں فوجی اڈہ حاصل کیا ہے وہاں سے وہ بآسانی جزائر ملکا وسکوترا پر حملہ کر سکتا ہے جس کے نتیجے میں انڈونیشیا کے علاوہ جنوب مشرقی ایشیا کے دیگر ممالک بھی روسی خطرے کا شکار ہو سکتے ہیں۔

گزشتہ سات سال سے جنیوا مذاکرات کا اصل مقصد یہی ہے کہ روس، پاکستان، چین، ایران اور افغان مجاہدین کو مذاکرات میں مصروف رکھتے ہوئے اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ روس واخان سے صرف پانچ منٹ میں پاکستان، چین اور ہندوستان کی تنصیبات کو نشانہ لگا سکتا ہے۔

جنیوا مذاکرات سے روس کئی فوائد حاصل کرتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ روس دنیا والوں مذاکرات میں مصروف رکھ کر اپنے مذموم مقاصد اور منصوبوں کو آگے بڑھائے۔

خلق اور پرچم دونوں حلقے افغان فوج کے مجاہدین کے ساتھ خفیہ روابط میں اضافے کو تسلیم کرتے ہیں اور

نجیب کی آمد کے بعد سے کابل شہر پر ہونے والے مسلسل حملوں میں بعد یہ سوچنے پر مجبور ہوئی ہے کہ کابل کے شہری حلقوں میں بھی مجاہدین کی حمایت بڑھتی جا رہی ہے نجیب نے حال ہی میں اپنی ایک تقریر کے دوران ان دونوں حقائق کو تسلیم کیا ہے۔

نجیب کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اب مجاہدین کی مسلسل کارروائیوں سے تنگ آکر اس نے یہ منصوبہ تیار کیا ہے کہ پاکستانی سرحد پر آباد افغان پختون قبائل کو جنوب میں آباد کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی قبائل میں کرم ایجنسی، آفریدی اور مہمند وغیرہ کو پاکستان کے خلاف اُکسایا جائے۔

اب ہم روس کے وہ مقاصد بیان کریں گے جو مسئلہ افغانستان اور جنیوا مذاکرات کے پیچھے کارفرما ہیں۔ روس کے لئے افغانستان میں رہنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ وہاں سے خلیج فارس تک بآسانی رسائی حاصل کر سکتا ہے علاوہ ازیں جنوب مشرقی افریقہ تک پہنچ سکتا ہے۔ افغانستان میں معاشی مفادات کے علاوہ روس کی ایک مجبوری یہ بھی ہے کہ جہاں تک اس کا بس چلے افغانستان میں قیام کرے اور قتل عام کو جاری رکھتے ہوئے دو سال پرانے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

مغربی ممالک کے مفادات اسی وقت خطرے میں پڑ سکتے ہیں جب روس وسط ایشیا اور افغانستان کے درمیان عام سڑکوں کے علاوہ ٹرانس کسپین ریلوے لائن کو ہرات اور پھر اگر ایران جیسا کہ آج کل کی خبروں میں آیا ہے کہ ایران روس سے دوستی کا خواہاں ہے، راستہ دیں اور

خلیج عمان تک بچھائیں۔ مغرب کو جنوبی ایشیا میں اس وقت شکست ہو سکتی ہے کہ اگر روس افغانستان میں فوجی اڈوں اور تجارتی گوداموں کے علاوہ تیل اور گیس کی پائپ لائنیں بچھائیں۔

جنیوا مذاکرات اب بھی گزشتہ ادوار کی طرح رجحان کا شکار ہو گئے افغان مزدور حکومت نے روسی افواج ایک سازش کے تحت اپنے پیچھے لگا لیا ہے۔ اس سازش کے پیچھے کار فرما حکمتِ عملی کیا ہے اس کا اندازہ ہر صاحبِ فہم بخوبی لگا سکتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کام اتنی ہوشیاری اور تسلسل سے ہو رہا ہے کہ آج مغربی پریس کا کم از کم اسی فیصد اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہو کر افغانستان سے متعلق خبریں دیتا ہے اور اس میں بہت کم تعداد ان لوگوں کی ہے جو حقائق کا علم رکھنے کے باوجود جھوٹ بولتے ہیں۔ زیادہ تعداد ان صحافیوں کی ہے جو جھوٹ کو سچ جان کر بولتے ہیں اور اس پر اصرار بھی کرتے ہیں۔

نجیب کی آمد کے بعد مسلسل ان خبروں کا پرچار کہ جنگ ختم ہو رہی ہے، اس خطرے کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ عین ممکن روس اور امریکہ میں خفیہ معاہدہ طے پا گیا ہو اور وہ اس کے لئے فضا ہموار کر رہے ہوں۔ نجیب اللہ نے جب وہ خاد کے سربراہ تھے افغان ملیشیا قائم کی تھی جس کی اہمیت اب ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب انہوں نے افغان فوج کو مضبوط کرنے کے لئے نوجوانوں کے بارہ گروپ اس میں تشکیل دیئے ہیں لیکن یہ منصوبہ بھی اب ناکام ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نجیب کے بعد خلق و پرچم کی کشمکش نے فوج کو مزید کمزور بنا دیا اور اس حقیقت کا اعتراف خود ڈاکٹر نجیب نے بھی کیا ہے۔

۱۹۸۳ء میں دریائے آمو پر ایک پل حیوتان اور ترمز کے درمیان تکمیل پایا۔ بائیں ترتیب وسط ایشیا اور افغانستان کی سڑکیں باہم مل گئیں جس کے نتیجے میں روس پاکستان تک بآسانی جا سکتا ہے اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ لینن گراڈ سے کراچی تک ۲۷۰۰ کلو میٹر راہ ۶۰ گھنٹوں میں طے کی جا سکے روسی اگر افغانستان کو طیارے اور ٹینک دے رہے ہیں تو اس کے بدلے میں قیمتی پتھروں کے علاوہ نمک، طلا اور سیمنٹ نکال کر بین الاقوامی بازار میں اعلیٰ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بین الاقوامی مارکیٹ افغان سیمنٹ کا مقابلہ کر ہی سکتی۔ روس نے گزشتہ سالوں افغانستان سے ۸۴ بلیوں مکعب میٹر گیس حاصل کی ہے علاوہ ازیں عینک اور مسودکان کے نوادرات بھی روس حاصل کرتا ہے۔

چین اور پاکستان کے درمیان شاہراہ قراقرم کا وجود ایشیا میں روس کے لئے ایک اور ناکامی کا سبب بنا۔ شاہراہ کی وساطت سے چین اور پاکستان ۱۹۷۸ء میں باہم وصل ہوئے تھے جس نے چین کے لئے بحر ہند کا راستہ فراہم کیا۔ روس کی خبر رساں ایجنسی تاس نے شاہراہ قراقرم کو چین کی توسیع طلبانہ سیاست و پالیسی سے تعبیر کرتے ہوئے افغانستان کی سرحدات میں فوجی مداخلت کے مترادف قرار دیا۔ اسی لئے روس نے ۱۹۷۸ء میں چینی خطرات کے پیش نظر افغانستان پر حملہ کیا۔ روس نے واخان پر قبضہ کرنے کے بعد تاجکستان اور واخان کے درمیان سڑک بنانے کے منصوبے پر کام شروع کیا اور اشکاشم کے علاقے میں ایک ریڈار اسٹیشن قائم کیا۔

تحریر: محمد طارق "بریالی"

افغان عوام خود ہی اپنے لیے حکومت منتخب کر سکتے ہیں

روس کے خود فروختہ غلام اور جاسوسی تنظیم خاد کے سابق سربراہ اور موجودہ کٹھ پتلی صدر نے حال ہی میں جنیوا معاہدے کے متعلق اپنے ایک بیان میں دعویٰ کیا ہے کہ افغان عوام ہی مستقبل کی حکومت منتخب کر سکتے ہیں۔ تاہم کوئی بیرونی طاقت اس کا حق نہیں رکھتی کہ افغان عوام کے لیے آئندہ حکومت منتخب کر سکے اگر اس معاملے میں کسی نے بھی ہاتھ لگایا گویا یہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے برابر ہوگا۔

افغان مجاہدین پہلے سے کہتے چلے آرہے ہیں کہ افغانستان کی آئندہ حکومت افغان عوام ہی انتخاب کر سکتے ہیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نجیب کا مطلب افغان عوام سے اگر افغانستان کے باشندے ہیں تو یہ بذاتِ خود اس کی کم ظرفی پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ خود نجیب حکومت روس کی کٹھ پتلی اور مسلط کردہ ہے۔ پھر وہ کس منہ سے افغانستان کے مستقبل کی باتیں کر رہا ہے۔ افغان عوام تو روز اول سے صرف اس لیے لڑتے رہے ہیں کہ یہ کٹھ پتلی حکومت ایک ملحد کمیونسٹ اور ایک سپر پاور کے بل بوتے پر افغانستان پر مسلط کردہ حکومت ہے۔ اگر نجیب کی مراد افغان عوام سے روسی فوج ہے ان کو افغان نہیں کہا جا سکتا۔ اگر افغانستان پر حق صرف افغان کا ہے تو افغان نجیب اور ظاہر شاہ بھی ہے لیکن افغان عوام روسیوں اور نجیب جیسے کٹھ پتلیوں سے اس لیے لڑ رہے ہیں کہ وہ ملحد ہیں۔ افغان مجاہدین کی نظر میں روسی کمیونسٹ اور افغان ملحدوں کے درمیان کوئی فرق نہیں بلکہ یہ دونوں ایک ہی مسلک کے پیروکار ہیں۔

کیا نجیب یہ بھول گیا کہ وہ خود اور اس سے قبل ترہ کی، امین اور ببرک کا انتخاب کریملن کے ریچھوں نے کیا تھا یا وہ افغان عوام کی مرضی سے آئے تھے؟ نجیب کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جب کابل حکومت پر امین قابض تھا اس وقت ڈاکٹر نجیب سمیت ببرک کارمل

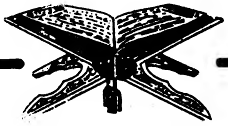

القرآن

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا
رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج: ۳۹-۴۰)

ترجمہ: " جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے۔ انہیں جنگ کی اجازت دے دی گئی۔ کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے کہ صرف اللہ ہی ہمارا رب ہے۔

اناھیتا، عبدالوکیل اور کئی اور پرچم دھڑے سے تعلق رکھنے والے افراد کریملین میں اپنی وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے۔ اور امین کے بعد یہ لوگ روسی ٹینکوں پر سوار کابل میں درآمد ہوتے۔ اور جب بھی روس کے کسی غلام نے اپنی غلامی میں ذرا سی سستی کی ہے تو روس نے اسے ہٹا کر ایک اور اچھے غلام کا انتخاب کیا۔ امین کا تختہ ببرک نے ایک لاکھ پندرہ ہزار سے زائد روسی فوجیوں کی مدد سے الٹ دیا اور بعد میں آ کر حکومت پر قابض ہوا۔

افغانستان کے مسلمان عوام نے پہلے دن سے مسلح جہاد کا آغاز اس لیے کیا تھا کہ وہ غلامی کی زندگی کے لیے تیار نہ تھے۔ انھوں نے اپنی اس جارح اور کامیاب مزاحمت کی بدولت روس جیسے سپر پاور کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور ان کے سوسالہ اغراض و مقاصد اور عزائم کو خاک میں ملیامیٹ کرتے ہوئے دنیا پر یہ ثابت کر دکھایا کہ عزت آزادی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اسلام کی راہ میں اپنی جان سے کھیلنا نہ صرف اس مظلوم قوم کو ظالم کے ظلم سے نجات دلا سکتا ہے اور یہ عالم اسلام میں ایک نئی روح بھی پھونک سکتے ہیں۔ دنیا کی مظلوم اقوام نے افغان مجاہدین کی جدوجہد سے آزادی کا درس حاصل کیا ہے۔ اور عنقریب انشاءاللہ یہ مظلوم قومیں بھی غلامی کی زندگی سے آزادی حاصل کر لیں گی اور وقت کے ظالموں کو انشاءاللہ ان کے کیے کی سزا دینے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ اب جب کہ روسی افواج شکست کھا کر واپسی پر مجبور ہوئی ہے تو نجیب بھی آخر کچھ نہ کچھ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ جس کے لیے وہ کبھی پراپیگنڈہ کبھی افغان مجاہدین سے صلح اور حکومت میں شریک ہونے کی پیشکش کرتے ہیں۔ نجیب کو یہ معلوم ہوگا کہ روسی فوجوں کے انخلا کے بعد اس کی حکومت صرف ایک دن کی مہمان ہوگی کیوں کہ جب مجاہدین اس کے آقا گوربا چوف کو شکست دے سکتے ہیں تو اس کا غلام خود بخود سر تسلیم خم کر دے گا۔

نجیب کی پیشکشوں سے یہ معلوم ہوتا ہے گویا کہ افغان مجاہدین نے جتنی قربانیاں دی ہیں وہ صرف اقتدار کے لیے تھیں۔ نجیب کے ہاتھ ابھی بھی پندرہ لاکھ سے زائد شہداء کے خون سے سرخ ہیں۔ پھر وہ کس منہ سے صلح کی پیشکش کرتا ہے۔ وہ خود ہی اپنے آپ سے مذاق کرتا ہے۔ اگر افغان مجاہدین اقتدار کے لیے یا مال و دولت کے لیے لڑتے تو نجیب کے آقا سے وہ یہ براہ راست نہیں لے سکتے تھے لیکن افغان عوام نے یہ تمام تر قربانی مصائب و مشکلات اس لیے برداشت کئے ہیں کہ افغانستان پر مسلمان عوام کا قبضہ ہو اور وہاں ایک صحیح اسلامی حکومت قائم ہو۔ نجیب اگر آج اس لیے اپنی آئینی حکومت، لویہ جرگہ اور انتخابات کا انعقاد کر رہا ہے کہ افغان مجاہدین بھی اس کے ساتھ مخلوط حکومت پر راضی ہو جائیں تو یہ اس کی بھول ہے۔ ایسا قطعی ممکن نہیں کیوں کہ یہ تاریخی قربانیاں عظیم مقصد کے لیے دی گئی ہیں۔

جہادِ افغانستان کے آٹھ سال

عبدالمالک مجاہد، پشاور

افغانستان میں روسی فوجوں کی مداخلت کے آٹھ سال ہو گئے۔ ان آٹھ سالوں میں افغان قوم اپنے دین وطن اور تشخص کی آزادی کی خاطر تقریباً ۱۲ لاکھ جوانوں کی قربانی دے چکی ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بوڑھے بچے، جوان، مرد اور عورتیں زخمی ہو چکے ہیں۔ جن میں اکثریت ان کی ہے جو پاؤں، بازوؤں اور جسم کے دوسرے اعضا سے محروم ہیں۔ کھیت اُجڑ گئے ہیں بستیاں جل گئی ہیں۔ باغات ویران ہو گئے ہیں اور مسجدیں زمین بوس ہو گئی ہیں۔ لیکن سرزمین افغانستان پہ آگ اور خون کا کھیل ابھی ختم نہیں ہوا۔ کاش دین اسلام انسانیت اور آزادی کے دشمن یہ سوچ سکتے کہ بموں بارودوں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے دین کے ساتھ محبت اور آزادی کی خواہش نہیں مٹ سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو قوم آزادی حاصل کرنے کا تہیہ کر لیتی ہے۔ اُسے کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔ یہی عزم اور جذبہ لے کر افغان قوم اُٹھی ہے اور یہ نعرہ لگایا کہ اس وقت تک توپوں، ٹینکوں اور گولیوں کے سامنے سینہ سپر رہیں گے۔ جب تک روسی فوج سرزمین افغانستان سے نکل نہیں جاتی اور افغانستان کی فضا ایک بار پھر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھتی۔

آٹھواں سال پورا ہونے پر ۲۷ دسمبر ۱۹۸۷ء کو مجاہدین نے دُنیا کی سپر طاقت (روس) کو خبردار کیا کہ افغانستان کی پوری تاریخ اسلام پسندی، حریت پسندی اور سرفروشی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے اور اب ہم دنیا کی ایک سپر طاقت کے خلاف سر دھڑ کی بازی لگا کر اپنے خون سے ایک ایسی داستان رقم کر رہے ہیں۔ جسے آزادی پسند قومیں کبھی فراموش نہیں کر سکیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آج افغان قوم ایک تاریخ بنا رہی ہے اور ہم اس تاریخ کو قلمبند کر کے اپنی آئندہ نسل کے لیے ذخیرہ چھوڑیں گے۔

ان آٹھ برس کے دوران آگ اور خون کے اس

کھیل میں اسلام پسندوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ شوقِ شہادت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے۔ جب کہ دوسری طرف روسی کابل فوج کی تعداد میں لاکھوں کی کمی واقع ہوئی۔ اگر بعض اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہیں تو بیشتر مجاہدین سے آملے ہیں۔ مجاہدین کے پاس اسلحہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور روس کا اسلحہ گھٹتا جا رہا ہے۔ مندرجہ بالا وجوہ کی بدولت روس کو خواتین کو زبردستی فوج میں بھرتی کرنا پڑا ہے۔ اور اب نہ صرف خواتین کو تخریب کاری اور جاسوسی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے بلکہ فضائی فوج میں بھی متعدد خواتین دیکھی جا چکی ہیں۔ اور ان خواتین کے سرپرستوں کو طرح طرح کے لالچ اور دھونس دھمکی کے علاوہ وہ یہ کہہ کر بھی متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ افغان مجاہدین خواتین کو گولی کا نشانہ نہیں بناتے۔ یہ تو درکنار ان اسلام پسند اور حریت پسندوں کے خلاف ہر قسم کے حربے استعمال کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔ اگر افغانستان میں بم توپ، ٹینک اور گولی کا استعمال کیا تو پاکستان اور دوسرے مقامات پر جہاں افغان مجاہدین کے بیوی بچوں نے پناہ لی ہے تو وہاں آستین کا سانپ بن کر انہیں ڈس لیا۔ جس کی ایک مثال خواتین کی ایک تنظیم ہے۔ بعض اخبارات کے مطابق یہ تنظیم باقاعدہ اپنے ہسپتالوں میں زخمی اور بیمار مجاہدین کا علاج کرتی ہے۔ افغانستان کی آزادی کے نعرے لگاتی ہے جب کہ مقصد اس کا روس کے لیے جاسوسی اور تخریبی کارروائیاں کرنی ہے۔ اخبار نے مزید لکھا تھا کہ یہ تنظیم نوجوان خوبصورت لڑکیوں پر مشتمل ہے اور جب اس تنظیم کا کوئی رکن مقصد میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے فوراً قتل کر دیا جاتا ہے تاکہ راز فاش نہ ہو سکے۔

ان آٹھ برسوں میں روسی حکومت نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے نہ صرف ہزاروں کی تعداد میں علماء کو جیلوں میں بند کیا ہے بلکہ بے شمار کو شہید کر دیا ہے درجنوں سکولوں اور تعلیمی اداروں میں کمیونزم اور سوشلزم کی تعلیم دی جا رہی ہے یاد رہے کہ یہ تعلیم انقلاب کے بعد کھل کر دی جاتی ہے جب کہ سننے میں آیا ہے کہ انقلاب سے پہلے سکولوں میں اکثریت ان معلمین کی تھی۔ جو دو رکعت نفل پڑھے بغیر پڑھائی شروع نہیں کرتے تھے۔ یہ سنت کے مطابق داڑھی اور ہاتھوں میں تسبیح لیے پھرتے تھے۔ لیکن پڑھائی کے دوران ان لوگوں کی حالت کچھ اور ہوتی تھی یعنی لینن اور مارکس کے نظریہ سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتے تھے تو پہلے اس انداز سے ان لوگوں نے اپنا نظریہ افغان بچوں کے ذہنوں میں راسخ کیا۔ اور اس غرض کے لیے ہزاروں کی تعداد میں کمسن بچے جدیدیت سے روشناس کرانے کے لیے روس بھیجے گئے ہیں۔ جہاں یونیورسٹیوں کی حالت یہ ہے کہ اگر میڈیکل پڑھتا ہے تو ان میں صرف ایک پیریڈ میڈیکل پڑھایا جاتا ہے جب کہ باقی سب لینن مارکس وغیرہ کا نظریہ پڑھایا جاتا ہے۔ اور اس کو عام کرانے کا ڈھنگ

سکھایا جاتا ہے۔

سمرقند و بخارا کی سینکڑوں مساجد، دینی درسگاہیں اور لاکھوں مسلمانوں کی شہادت کی داستانیں روس کی بربریت کی زندہ اور ناقابلِ فراموش مثالیں ہیں لیکن یہ داستانیں اب سرزمینِ افغانستان پر دُہرائی نہیں جاسکیں گی۔ کیوں کہ افغانستان کے غیور مسلمان زندہ رہنا جانتے ہیں۔ اور وہ زندگی دین اور ان کی تشخص کی آزادی کی زندگی ہے جس کے لیے وہ اپنے لاکھوں جوانوں کے خون کا نذرانہ پیش کر چکے۔ اور ان آٹھ سالوں میں ابھی تک دشمن کو پیچھا نہیں بلکہ دشمن کو پاؤں رکھنے کا موقع نہیں دیا ہے اور آئندہ بھی یہ عزم، یہ جذبہ یہ شوق شہادت یہ دین کی محبت اور وطن کی آزادی کی یہ خواہش لے کر نویں سال میں داخل ہوگئے۔

افغان باقی کہسار باقی
الملک للہ والحکم للہ

خطرے کی گھنٹی

آج کے پُرفتن دور میں اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان انتہائی خطرناک اور نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ دنیا کی ظالم و جابر قوتیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہیں۔ خصوصاً سرخ و سفید سامراج، اور یہود و ہنود تو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے سب سے زیادہ مظالم اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں پر ڈھائے جارہے ہیں۔ فلپائن، ادی ٹیریا، قبرص، فلسطین، یوگنڈا، افغانستان اور کشمیر کے مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ اور دوسرے مقدس مقامات پر یہود کا تسلط ہے۔ انبیائے کرام کی سرزمین ناپاک پاؤں تلے روندی جارہی ہے۔ بھارت میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو بیدردی سے ذبح کیا جارہا ہے۔ افغانستان میں تو درندگی وحشت و بربریت کی انتہا ہوچکی ہے خون کی ندیاں بہائی جارہی ہیں۔ اور لاشوں کے انبار لگائے جارہے ہیں۔ ان گنت جیلوں میں تڑپ رہے ہیں۔ لاکھوں افراد کو گھروں سے نکالا جاچکا ہے۔ بے شمار بوڑھے، بچے جوان اور عورتیں دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ ہزاروں سرفروش بے سروسامان افغان مجاہدین روسی درندوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ جنگ صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ اہلِ پاکستان کی بقا کے لیے بھی لڑ رہے ہیں۔ روس مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے۔ یہ درندہ ایک سو سال سے مسلمانوں کا خون پی رہا ہے۔ اس خونخوار بھیڑیئے نے ۷۰ سال سمرقند و بخارا، تاشقند ترکستان، تاجکستان اور دیگر بے شمار علاقوں پر اپنے خونی پنجے گاڑے تھے جہاں اب مسجدوں، خانقاہوں درسگاہوں میں کتے پالے جارہے ہیں۔ مویشی باندھے جاتے ہیں۔ امام بخاری کا وطن آج غلام ہے۔ آہ! وہاں کے لوگ اسلامی تہذیب کے آثار تک کو ترس گئے ہیں۔

تحریر: فضل الرحمٰن قریشی

افغانستان
طرزِ حکومت کا مسئلہ

جب سے روس نے افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے کا عندیہ ظاہر کیا ہے اس وقت سے یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ روسی انخلاء کے بعد افغانستان میں کس طرح کی حکومت قائم ہوگی؟ روس افغانستان سے نکلنا تو چاہتا ہے لیکن بعض تحفظات کے ساتھ دوسرے الفاظ میں روس جاتے جاتے بھی کچھ فوائد سمیٹنا چاہتا ہے۔ یعنی ایک ایسی حکومت کا قیام جو کہ اس کے زیر اثر ہو۔ اور اس کی فوجی موجودگی کے بغیر بھی اس کی ہدایت اور پالیسیوں پر عمل پیرا رہے۔ روس بالواسطہ طور پر افغانستان کو اپنے زیرنگوں رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اس مقصد کے لیے روس نے کابل انتظامیہ کی وساطت سے پہلے قومی یکجہتی اور پھر مخلوط حکومت کی پیش کش کی۔ افغان حکومت نے یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان بھی کیا اور مجاہدین کو مذاکرات اور بات چیت کی دعوت بھی دی۔ گزشتہ آٹھ سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ بندی۔ مذاکرات اور مخلوط حکومت کی دعوت افغان مجاہدین کو دی گئی۔ اگرچہ مجاہدین نے ان تمام پیش کشوں کو فوری طور پر مسترد کردیا۔ لیکن ان پیش کشوں سے ایک بات ثابت ہوگئی ہے کہ روس میدانِ جنگ میں ناکامی کے بعد "سفارتی محاذ" پر آگیا ہے اور چاہتا ہے کہ جنگ کے میدان میں اسے جو حاصل نہیں ہوسکا وہ مذاکرات کی ٹیبل پر حاصل کرلے۔ تاہم مجاہدین نے سردست اس کوشش کو بھی ناکام بنا دیا ہے۔ چنانچہ کابل کی یکجہتی اور مخلوط حکومت کی پیش کش پر مجاہدین نے کہا ہے کہ اگر اس کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو ثابت ہوگا کہ یہ روس کا پرانا حربہ ہے جس کے ذریعے اس نے مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا کی ریاستوں کا شکار کیا ان ریاستوں سے بھی روس نے قومی یکجہتی اور مخلوط حکومت کی چال چلی تھی۔ جس کا نتیجہ کیا نکلا؟ مکمل روسی تسلط -! مجاہدین کا موقف ہے کہ یہ پیشکش ایک چال ہے لیکن وہ اس میں نہیں الجھیں گے۔ مجاہدین نے یہ بھی واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ کمیونسٹ حکومت سے کسی قسم کا کوئی

تعاون نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان کا تمام تر جہاد اسی بات کے لیے ہے کہ کابل میں کمیونسٹ حکومت تختہ الٹ دیا جائے۔ اور حفیظ اللہ امین کا تختہ الٹنے ہی والا تھا کہ روس ببرک کارمل کو لے آیا۔ اور مزید کمک سے اس کا اقتدار مستحکم کیا۔ مجاہدین کا یہ موقف ہے کہ روسی انخلاء کے بعد افغان عوام کے استصواب رائے سے حکومت قائم کی جائے گی۔

ایک اور تجویز جو اگرچہ براہ راست تو روس نے پیش نہیں کی لیکن وہ اس پر آمادہ نظر آتا ہے۔ وہ ظاہر شاہ کی قیادت میں حکومت کا قیام ہے۔ ظاہر شاہ اپنے دورِ اقتدار میں روس سے بہت قریب رہا ہے درحقیقت روسی اثر و نفوذ کی ابتدا ظاہر شاہ ہی کے دور میں ہوئی تھی۔ جس نے روس کے افغانستان پر قبضہ کی راہ ہموار کی۔ لہذا آج اس کی معزولی کے پندرہ برس بعد بھی روس اس کا قدردان ہے۔ لیکن مجاہدین ظاہر شاہ سے اتنا ہی متنفر ہیں۔ اگرچہ سات جماعتی اتحاد میں ایک دو جماعتیں ایسی ہیں جو کہ شاہ پسند ہیں۔ مگر بحیثیت مجموعی سات جماعتی اتحاد نے اس تجویز کی شدید مخالفت کی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ زیادتی ہوگی کہ جہاد تو کوئی کرے۔ قربانی دے کر ملک کو آزاد تو دوسرے کریں اور جب کامیابی ہو تو ظاہر شاہ اٹلی سے آکر اقتدار پر براجمان ہو جائے۔ مجاہدین کے لیڈر جب افغانستان میں تھے تو ظاہر شاہ کی حکومت ان کو صعوبتوں کا نشانہ بناتی رہی ہے۔ اب وہ دوبارہ کیسے اس کو اپنا حکمران تسلیم کرلیں۔ یہ دراصل افغانستان کے جہاد کو ہائی جیک کرنے کی ایک کوشش ہے مجاہدین نے ظاہر شاہ کو مجرم، مطلق العنان، بدعنوان اور نااہل کے القاب سے نوازا ہے۔ جو افغانستان پر دوبارہ کبھی برسرِ اقتدار نہیں آسکے گا۔ لہذا یہ مہم بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

طرزِ حکومت کے بارے میں ایک اور تجویز جس کا بے حد چرچا ہے وہ ہے فن لینڈ جیسا نظام حکومت! حال ہی میں ماسکو میں ایک مغربی سفیر نے روسی وزارتِ خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر سے جب سوال کیا کہ سوویت یونین افغانستان کا مسئلہ کس نمونے پر حل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس نے ایک لفظ میں جواب دیا کہ "فن لینڈ"۔ اس سے پیشتر کہ فن لینڈ کے طرزِ حکومت کا تذکرہ کریں، پہلے روس اور فن لینڈ کے باہمی تعلقات کا ایک تاریخی جائزہ پیش ہے۔

ابتداء میں فن لینڈ پورپی روس کا ایک خود مختار حصہ تھا۔ ۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب کے دوران فن لینڈ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ جب انقلاب روس ایک خونی جنگ کے بعد مستحکم ہو گیا تو روس نے اس علاقے کو دوبارہ حاصل کرنا چاہا لیکن لینن نے اس کو ایک خود مختار ریاست کے طور پر تسلیم کرلیا۔ تاہم ۱۹۳۹ء میں روس نے فن لینڈ سے مطالبہ کیا کہ وہ جنوب مشرقی فن لینڈ کا کچھ علاقہ روس کے حوالے کردے۔ نیز فن لینڈ میں روسی فوجی اڈے بنانے کی اجازت دے۔ روس کے اس مطالبے کو فن لینڈ کی حکومت نے مسترد کر دیا۔ اس پر روس نے فن لینڈ پر حملہ کر ڈالا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نازی افواج

سنہ بیلجیم اور پولینڈ پر حملہ کیا تھا اور روس اور جرمنی کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے تھے۔ روس اور فن لینڈ کے درمیان پندرہ ہفتے کی اس جنگ کو "جنگ سرما" بھی کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں فن لینڈ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجے میں مارچ ۱۹۴۰ء میں اُسے اپنا ۱۶۱۷۰ مربع میل علاقہ روس کے حوالے کرنا پڑا۔ ۱۹۴۱ء میں فن لینڈ اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لینے کی خاطر نازی افواج سے مل گیا جس نے روس سے حملہ کیا تھا۔ تاہم روس اور فن لینڈ کے مابین ایک معاہدہ ہوگیا۔ یہ معاہدہ ۱۹۴۴ء میں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں ۱۹۴۷ء میں ہیلسنکی میں ایک اور معاہدۂ امن ہوا جس کی شرائط کے مطابق فن لینڈ کو جنگ سے پہلے کے علاقے کا ۱۲/۱ حصہ روس کے حوالے کرنا پڑا۔ ۵۷۰ ملین ڈالر کا تاوانِ جنگ اس کے علاوہ تھا جو روس کو ادا کیا گیا۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں روس ممالک کے درمیان معاہدہ دوستی ہوا جس کی رو سے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کی مدد اور اعانت کرنا تھی۔ اس معاہدے کی ۱۹۵۵ء پھر ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۳ء میں بیس سالہ توسیع کی گئی۔ اس معاہدے کی ایک نمایاں شق یہ تھی کہ فن لینڈ جرمنی اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے روس پر ہونے والے حملے کا اپنی سرزمین سے دفاع کرے گا۔ نیز یہ کہ اس کو نہایت محدود قسم کی آزادی دی گئی۔

اس تاریخی پس منظر سے جو نمایاں فرق، افغانستان اور فن لینڈ کے کیس میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ:

۱۔ فن لینڈ نے جرمنی کے ساتھ مل کر روس پر حملہ کیا تھا۔ جس میں شکست کے بعد اسے روس کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا جس کے عوض اس کو اپنا کافی علاقہ اور تاوانِ جنگ روس کو دینا پڑا۔

۲۔ اس سے قبل روس نے فن لینڈ پر حملہ کیا تھا اور جنگ میں پسپائی کے بعد فن لینڈ کو روس کی شرائط پر صلح کرکے ملک کی آزادی کو بچانا پڑا۔

۳۔ دوسری جنگِ عظیم کے ایام میں روس کو جرمن افواج سے خطرہ درپیش تھا کہ وہ فن لینڈ کی سرزمین کو روس پر حملے کے لیے استعمال کرسکتی ہیں۔

جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے تو آج روس کو یہ خطرہ درپیش نہیں ہے کہ اس کی حریف طاقت امریکہ یا برطانیہ کی افواج افغانستان کے علاقے سے روس میں داخل ہو جائیں گی۔ کیوں کہ جنگ کا روایتی تصور اب بدل چکا ہے اور امریکہ اور برطانیہ یا چین براہِ راست اپنی سرزمین سے روس کے کسی حصے کو بھی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ آجکل فوج کشی کرکے ملک فتح کرنے کا رواج صرف تیسری دنیا کے چھوٹے موٹے ممالک میں ہو تو ہو سپر طاقتیں اپنا طریقہ بدل چکی ہیں۔ نیز افغانستان روسی مداخلت سے پہلے بھی روس کا ہمنوا تھا اور اس کے ساتھ معاہدہ دوستی میں شامل تھا۔ جو اس امکان کو ختم کردیتا تھا کہ افغانستان کسی دوسری طاقت کا آلہ کار بن کر روس کے لیے مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ سب سے آخری فرق یہ ہے کہ روس اور فن لینڈ دونوں ممالک کے درمیان باقاعدہ جنگ ہوئی اور ایک فریق نے شکست کھائی۔ نتیجتاً دوسرے فریق کو تاوانِ جنگ ادا کرکے

اپنے ملک کو بچا لیا۔ افغانستان میں گوریلا جنگ گذشتہ آٹھ سال سے جاری ہے۔ اس گوریلا جنگ میں بڑا فریق اگر چھوٹے کو مطیع نہ کرسکے تو یہ اس کی شکست ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے روس جو اپنی تمام تر قوت کے باوجود گوریلا مجاہدین کی طاقت کو سرنگوں نہیں کرسکا۔ تو یہ اس کی شکست کے مترادف ہے۔ اور ایک شکست خوردہ فریق کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی شرائط منوائے، لہذا فن لینڈ کے برعکس روس کو مجاہدین کی شرائط کے مطابق سمجھوتہ کرنا چاہیئے۔ اور افغانستان کو تاوانِ جنگ کی ادائیگی بھی اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔ نہ کہ افغان عوام کو مجبور کیا جائے کہ وہ فن لینڈ جیسی محدود آزادی اور مشروط آزادی پر قانع ہو جائیں۔

ان حالات میں مجاہدین کی یہ بات دل کو لگتی ہے کہ وہ اگر روس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی سرزمین سے نکل جائے اور انہیں اپنے معاملات خود نمٹانے دے تو وہ روس سے کچھ زیادہ مراعات نہیں مانگتے۔ یہ تو ان کا اپنا بنیادی حق ہے جو انہیں ملنا چاہیئے۔ روس کی جیب سے تو کچھ نہیں نکالا جا رہا۔

اب افغان مجاہدین کے موقف کو ایک نظر دیکھئے کہ وہ کیسا طرزِ حکومت تجویز کرتے ہیں۔ مجاہدین اصولی طور پر یہ طے کئے ہوئے ہیں کہ روسی فوجوں کی واپسی اور کمیونسٹ حکومت کے خاتمے پر کوئی سودا بازی نہیں ہو سکتی۔ افغانستان کا مسئلہ حل کرنے کی یہ دو بنیادی شرائط ہیں جو نہ تسلیم کی گئیں تو وہ اپنی مسلح جدوجہد جاری رکھیں گے۔ کمیونسٹ حکومت کا متبادل وہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ایک شوریٰ کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔ جس میں افغان مجاہدین کی سات بڑی جماعتیں اور باقی چھوٹے گروپ براہِ راست حصہ لیں گے۔ یہ پارلیمنٹ جب منتخب ہو جائے گی تو اس کے صدر اور وزیراعظم کا انتخاب انہی ممبروں سے کیا جائے گا۔ جو اکثریتی یا مخلوط حکومت تشکیل دیں گے۔ جو کہ افغانستان کا نظم ونسق سنبھالے گی۔ یہ ایک جمہوری اور آزادانہ طریقہ کار ہے جس میں کسی غیر ملکی طاقت کو نہ دخل دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ افغان عوام کو کسی بھی آزاد قوم کی طرح اپنے سیاسی مسائل خود حل کرنے کا حق حاصل ہے۔ روس، پاکستان یا امریکہ کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ جہاں تک یہ بات کہ روس کے انخلاء کے بعد افغانستان میں غیر ملکی مداخلت کا خطرہ ہے تو کیا روس کی بھی مداخلت سے پہلے کبھی غیر ملکی مداخلت افغانستان میں ہوئی تھی؟ یہ روس کی غلطی ہے اور اس کا مداوا اسے خود کرنا چاہیئے۔ روس کا یہ مفروضہ بالکل بے بنیاد ہے۔ روس کا ایک مفروضہ یہ بھی ہے کہ افغانستان میں اس کی مخالف حکومت بن گئی تو اس کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس ضمن میں روس سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا روس کے گرد و پیش کوئی ایسی حکومت نہیں جو اس کی مخالف ہو؟ کیا چین کی حکومت اس کی مخالف نہیں؟ کیا ایران کی حکومت سے اس کے اختلافات نہیں ہیں؟ اگر ان مخالف حکومتوں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تو کیا افغانستان ہی ایسی عالمی طاقت ہے جو اس کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی ہے؟

بری کوٹ

جہاں چاروں جانب بارودی اور بوبی ٹریپ بم بکھرے پڑے ہیں

سلطان صدیقی۔ پشاور

۲۲ اپریل ۱۹۸۸ء کو افغانستان کی کٹھ پتلی انتظامیہ اور حکومت پاکستان کے درمیان ہونے والے جنیوا معاہدے پر دونوں جانب سے ہونے والے دستخطوں کا نواں دن تھا کہ صوبہ سرحد کے دور دراز علاقے چترال میں پاک افغان سرحد ارندو سے کچھ فاصلے پر واقع افغان سرحدی فوج کی بری کوٹ چھاؤنی روسی کابل دستوں نے خالی کردی۔ یہ علاقہ طویل عرصے سے مجاہدین کے محاصرے میں تھا اور یہاں سرکاری دستوں کا تمام تر رابطہ اپنے صوبائی اور ملکی دارالحکومت سے فضائی طور پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے قائم تھا۔

چھاؤنی کی طرف مجاہدین کی پیش قدمی روکنے کے لیے چاروں طرف دور، دور کے فاصلے تک زمین بارودی سرنگوں سے بھردی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے مجاہدین کے گروپ قریب جاکر حملہ کرنے کی بجائے دور ہی سے مارٹر توپوں، راکٹوں اور زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائلوں سے حملہ کرکے دشمن کو نقصان پہنچاتے۔ دور مار اسلحے سے دشمن بھی جوابی کارروائی کرتا لیکن گولہ باری کے اس تبادلے میں زیادہ نقصان ہمیشہ سرکاری دستوں کا ہوتا۔ کیونکہ مجاہدین چاروں اطراف میں پھیلے ہوئے اور مختلف مقامات سے ایک مخصوص چھاؤنی کا نشانہ لیتے لیکن سرکاری دستے گولہ باری کرتے ہوئے مجاہدین کی نشاندہی اور اصل مقام قیام کا کھوج لگانے میں ناکام رہتے اور اطراف میں بے مقصد گولہ باری کرکے اپنا گولہ بارود ضائع کرتے اور یوں مجاہدین جانی نقصان سے اکثر و بیشتر محفوظ رہتے۔

مجاہدین لیڈروں کے بقول ایک طرف روسی فوجی انخلا شروع ہونے کی صورت میں نجیب انتظامیہ کے

لیے ان دور دراز کی سرحدی چھاؤنیوں سے رابطہ قائم رکھنا اور انہیں بروقت کمک پہنچانا ناممکن تھا۔ دوسرے وہ روسیوں کے جانے کے بعد شہروں کے تحفظ کے لیے زیادہ سے زیادہ فوجیوں کے محتاج ہیں اور یہ کمی پوری کرنے کے لیے انہوں نے سرحدی چھاؤنی خالی کردی اور فوج شہروں میں منتقل کردی ہے۔ اس کے علاوہ افغان فوج کی اکثریت جبری بھرتی کے جوانوں پر مشتمل ہے جو اکثر وبیشتر موقع ملتے ہی اپنے اسلحے سمیت مجاہدین سے آملتے ہیں۔ اور بری کوٹ چھاؤنی میں بھی ایسے ہی جبری بھرتی کے جوانوں کی اکثریت تھی۔ ایک سال قبل اس چھاؤنی سے جبری بھرتی کے ایک سو فوجی اپنے اسلحہ سمیت بھاگ کر مجاہدین سے آملے تھے

چنانچہ اب جب کہ مجاہدین عنقریب اس چھاؤنی پر ایک بھرپور حملہ کرکے اس پر قبضہ کرنے والے تھے اور اس حملے میں بھی جبری بھرتی کے جوان اپنے اسلحہ سمیت مجاہدین سے آملتے تو کٹھ پتلی انتظامیہ نے یہ بہتر جانا کہ ان فوجیوں کو سلامت رکھنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ یہ جگہ خالی کردی جائے اور انہیں دوسری جگہوں میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

۲۲ اپریل کو درجنوں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اس حال میں کہ دوسرے طیارے اطراف میں بمباری کر رہے تھے۔ فوجیوں اور اسلحہ کو ہیلی کاپٹروں میں بری کوٹ چھاؤنی سے منتقل کردیا گیا اور جو اسلحہ باقی بچا اس پر خود روسی طیاروں نے بمباری کرکے ضائع کردیا۔

اس علاقے میں روسی کابل فوجیوں نے پہلے سے بڑی مقدار میں بارودی سرنگیں بچھا دی تھیں اور فوجی انخلاء کے بعد روسی طیاروں نے بوبی ٹریپ بموں سے بھرے ہوئے بم گرا کر پورے علاقے اور چھاؤنی کو مزید بموں سے بھردیا۔ مقصد یہ تھا کہ فوجی انخلاء کے بعد مجاہدین آسانی سے آکر اسے استعمال نہ کرسکے۔

بہرحال مجاہدین روسی کابل فوجیوں کی طرف سے چھاؤنی خالی کرنے کے بعد بارودی سرنگیں صاف کرنے میں لگ گئے۔ پہلے مرحلے پر مجاہدین نے چھاؤنی تک ایک راستہ سا بنادیا اور چھاؤنی میں داخل ہوئے۔ کٹھ پتلی حکومت کو پتہ چلا تو انہوں نے طیارے بھیج کر ایک بار پھر بمباری کی اور فضا میں پھٹ کر علاقے میں بارودی سرنگیں اور بوبی ٹریپ بم بکھیرنے والے بم گرائے۔

جس وقت بری کوٹ چھاؤنی خالی کی جارہی تھی تو اس وقت کٹھ پتلی انتظامیہ نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ جنیوا معاہدہ پر دستخطوں کے بعد سے مہاجرین کی واپسی کے لیے غیر فوجی علاقہ بنانے کے لیے یہ اقدام کیا گیا ہے۔ یہ دعویٰ کسی حد تک درست ہے۔ علاقے میں جگہ جگہ بچھائی ہوئی بارودی سرنگیں۔ بوبی ٹریپ بم اور آئے روز کی بمباری سے اس کی حقیقت خود بخود معلوم ہوجاتی ہے۔ ان بارودی سرنگوں کے پھٹنے سے ۲۲ اپریل سے لے کر جون کے اوائل تک ایک سو کے لگ بھگ مجاہدین و مہاجرین شہید و زخمی ہوئے ہیں۔ اکثر وبیشتر زخمیوں کی ٹانگیں ٹوٹی ہوئی ہیں جب کہ بعض کے ہاتھ بھی اڑ گئے ہیں۔ اس علاقے کا رخ کرنے والے مہاجرین و مجاہدین خوف کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ

الحدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَنْ یَّبْرَحَ ھٰذَا الدِّیْنُ
قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْہِ عِصَابَۃٌ مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ : "مسلم"

ترجمہ : حضرت جابر بن سمرہ رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت لڑتی رہے گی ، یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

ہماری جوانیاں خدا کی راہ میں قربان ہیں

یہ پتہ چلتا ہی نہیں کہ بارودی سرنگیں کہاں بچھی ہیں ۔ اور اب تو نئی اگلنے والی جھاڑیوں اور سبزہ نے ان بارودی سرنگوں کو اور بھی پوشیدہ کر رکھا ہے یہاں تک کہ بارودی سرنگیں ناکارہ بنانے والے ماہرین بھی حیران و پریشان ہیں کہ کیا کریں ۔ جن میں سے دو ماہرین بارودی سرنگوں کے پھٹنے سے زخمی ہو چکے ہیں۔

بری کوٹ کے اس علاقے میں سات جماعتی اتحاد میں شامل اور دیگر تنظیموں کے آٹھ سو سے زیادہ مجاہدین اس علاقے میں بارودی سرنگیں نکالنے اور نئی مورچہ بندیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ بارودی سرنگوں کے ساتھ ساتھ پورا علاقہ پھٹنے والے بموں اور گولوں کے خالی خولوں اور نہ پھٹنے والے بموں سے اٹا پڑا ہے۔ مجاہدین انہیں بھی جمع کر رہے ہیں ۔ جنہیں بعد میں تول کے حساب سے اسکریپ کا کاروبار کرنے والوں کے ہاتھوں بیچا جاتا ہے ۔

بری کوٹ کے اس علاقے پر بمباری کرنے کے لیے روس کے وہ طیارے استعمال کئے جاتے ہیں جو بلندی سے بم گراتے ہیں ۔ چنانچہ یہ طیارے مجاہدین کی زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائلوں اور طیارہ شکن توپوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس علاقے پر روسی طیارے دن بغیر کسی خوف و خطرے کے بمباری کرتے رہتے ہیں ۔ اس بمباری کے نتیجے میں گزشتہ دو ماہ کے دوران چوالیس مجاہد شہید اور پچاس زخمی ہو چکے ہیں ۔ اس طرح مہاجرین کی واپسی کے لیے بقول کٹھ پتلی کابل انتظامیہ، غیر فوجی علاقہ بننے والے اس علاقے میں دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے مہاجرین کی واپسی تو دور کی بات خود اس علاقے کے مقامی باشندے جو اب تک ہجرت نہیں کر سکے تھے پاکستانی علاقے میں پناہ حاصل کرنے کے لیے آ رہے ہیں ۔ یوں ان دو ماہ کے دوران کئی درجن خاندان پاکستانی علاقے میں پہنچ چکے ہیں ۔

ملک احمد سرور

افغان مہاجرین کی واپسی

پاکستان کے اندر روس اور بھارت کے حامی عناصر جنیوا معاہدہ کی آڑ میں افغان مہاجرین کے خلاف پراپیگنڈہ میں مصروف ہیں۔ ان عناصر کا کہنا ہے کہ روس جا رہا ہے اس لیے افغان مہاجرین کے پاکستان میں مزید قیام کا اب کوئی جواز نہیں۔ کچھ عناصر کابل کی کٹھ پتلی حکومت کی ہاں میں ہاں ملا کر یہ بھی الزام لگا رہے ہیں کہ پاکستان مہاجرین کو زبردستی روک رہا ہے۔ مہاجرین کے خلاف بیان بازی کسی معقول جواز کی بنیاد پر نہیں بلکہ روس، بھارت، اور نجیب اللہ کے اشاروں پر ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہو رہی ہے تاکہ دنیا کو یہ تاثر دیا جا سکے کہ افغانستان میں اب امن قائم ہو چکا ہے۔ اور نجیب اللہ کی حکومت نمائندہ حکومت ہے۔ پاکستان کے ایک روزنامہ میں پاکستان سوشلسٹ پارٹی کے رہنماؤں اور افغان قونصلر کے انٹرویوز بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

کیا افغان مہاجرین کی فوری واپسی کا کوئی جواز ہے اور آیا افغان مہاجرین کی فوری طور پر واپسی ممکن ہے بھی کہ نہیں۔ درج ذیل سطور میں یہی بات زیر بحث آئے گی۔

افغان مہاجرین نے نام نہاد انقلاب ثور کے بعد ظلم سے تنگ آ کر پاکستان کی طرف ہجرت کرنا شروع کی۔ اگرچہ انقلاب ثور سے پہلے بھی داؤد کے آخری زمانے میں کچھ لوگ پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ لیکن شروع میں مہاجرین کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ انقلاب ثور کے بعد مہاجرین کی تعداد میں تیزی سے اضافہ شروع ہوا اور جب روسی فوج نے افغانستان پر قبضہ کر کے ظلم کی ایک نئی تاریخ رقم کرنا شروع کی، بمباری اور گولہ باری سے دیہات اور قصبات کھنڈرات میں بدل دیئے جاتے لگے۔ باغات، چراگاہیں اور فصلیں جلا دی گئیں۔ اور کھلونا بموں سے بچوں کا گھروں سے باہر نکلنا ناممکن بنا دیا گیا۔ تو افغان عوام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اس ظلم کدہ سے ہجرت کر جائیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان اور ایران میں مہاجرین کے بڑے بڑے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے۔ اور دس سالوں میں مہاجرین کی تعداد پچاس لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ پاکستان

ہیں اس وقت اگرچہ مہاجرین کی زیادہ تعداد صوبہ سرحد اور بلوچستان میں رہ رہی ہے مگر مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد پنجاب اور سندھ کے دُور دراز علاقوں میں بھی بکھری پڑی ہے۔

روسی فوج جس کی تعداد بقول روس ایک لاکھ پندرہ ہزار ہے جب کہ بقول مجاہدین دولاکھ سے زیادہ ہے چند دنوں میں پورے افغانستان میں پہنچ گئی تھی۔ اس کی واپسی کے لیے نو ماہ کا ٹائم ٹیبل مقرر کیا گیا ہے۔ جب کہ پچاس لاکھ سے زیادہ مہاجرین کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے یا پھر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ ماہ کی بات کی جا رہی ہے۔ روسی افواج کو ٹرانسپورٹ کی ہر سہولت میسر ہے اور روس کے اندر جہاں روسی فوج کو واپس پہنچنا ہے وہاں بھی اسے کسی مسئلے کا سامنا نہیں ہے۔ چھاؤنیوں میں فوجی بیرکیں اور شہروں میں ہر سہولت سے آراستہ گھر اور استقبال کے لیے اہلِ خانہ موجود ہیں۔ یوں نہ انہیں رہائش کی پریشانی اور نہ روزگار کا مسئلہ۔ پھر فوج ایک منظم ادارہ ہوتا ہے جس کے لیے اپنی واپسی کے انتظامات کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا پھر روس تو لا محدود وسائل کا مالک ایک سپر طاقت ہونے کا دعویدار بھی ہے۔ اس کے مقابلہ میں پچاس لاکھ سے زیادہ مہاجرین کو دیکھئے۔ ان میں زیادہ تر بوڑھی عورتیں اور مرد، بچے، حاملہ عورتیں، اور معذور افراد شامل ہیں۔ خیموں میں رہنے والے مہاجرین کے اکثر سربراہ خانہ اور جوان عمر مرد افغانستان میں کمیونسٹ فوج سے برسرِ پیکار ہیں۔ پچھلے دس سالوں میں افغان مہاجرین نے جنہوں نے علاوہ دوسرا گھریلو سامان بھی خریدا ہے اور ڈھور ڈنگر وغیرہ بھی پال لے ہیں۔ اب سفر کے لیے انتظامات کی ضرورت ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا کہ سربراہ خانہ اور جوان عمر مرد تو جہاد میں مصروف ہیں، اب پاکستان سے سفر کی تیاری کے انتظامات اور افغانستان میں رہائش کے انتظامات کون کرے گا۔ پھر اس سے زیادہ اہم چیز افغانستان کے حالات ہیں۔ جہاں انہوں نے جانا ہے وہاں ان کا کوئی گھر سلامت نہیں۔ چراگاہیں، جنگلات اور باغات جل چکے اور کوئی ذریعہ روزگار نہیں۔ زراعت اور آبپاشی کا پورا نظام تباہ ہو چکا ہے۔ ان حالات میں اگر مہاجرین کو افغانستان دھکیلا جاتا ہے تو افغانستان میں قحط پڑ جائے گا اور اس سے لاکھوں مہاجرین بھوک پیاس اور بیماری سے مر جائیں گے۔

مہاجرین کو بھوک اور بیماری سے مارنا روس کی پرانی عادت ہے۔ ۱۹۴۴ء میں ستھیا کے مسلمانوں کو جبری جلا وطن کر دیا گیا۔ اور سفر جلا وطنی کے دوران پچاس ہزار مسلمان سردی سے شہید ہوئے۔ پھر ۱۹۵۹ء میں قازقستان کے پانچ لاکھ مسلمان بھوک سے شہید کر دیئے گئے۔ اور ۱۹۵۴ء میں ہزاروں تاتاری مسلمان سفر جلا وطنی میں مارے گئے۔ اس لیے وہ تو چاہتا ہے کہ افغان مہاجرین کی بھی ایک کثیر تعداد بھوک پیاس اور بیماری سے ہلاک ہو جائے۔

اس سے بھی زیادہ خطرناک وہ راستے اور علاقے

ہیں جہاں سے گزر کر مہاجرین کو اپنے اپنے علاقوں میں پہنچنا ہے۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق ساٹھ لاکھ سے زیادہ بارودی سرنگیں روسی فوج نے افغان مجاہدین کی سرگرمیاں محدود کرنے کے لیے افغانستان میں بچھائی ہوئی ہیں۔ افغان فوج سے بھاگ کر آنے والے فوجی افسروں اور جنگی قیدیوں سے میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کے مطابق ہر چھاؤنی کے گرد بارودی سرنگوں کے تین سرکل ہیں۔ اور یہ بارودی سرنگیں بعض علاقوں میں دو دو تین تین تہوں میں بچھائی گئی ہیں۔ پھر ہر شہر کے گرد مخصوص علاقوں میں بارودی سرنگوں کا سرکل ہے۔ شہروں اور چھاؤنیوں کے علاوہ مجاہدین کی نقل وحرکت کو کم کرنے کے لیے بھی مختلف علاقوں اور راستوں پر بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں۔ یہ ساٹھ لاکھ تعداد تو وہ بتائی جاتی ہے جو کمیونسٹ فوج نے بچھائی ہے۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے اپنے مرکز کے گرد اور روسی فوج کی نقل وحرکت کو محدود کرنے کے لیے مختلف علاقوں اور راستوں پر جو بارودی سرنگیں بچھائی ہوتی ہیں ان کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے پھر بقول افغان مجاہدین کے روسی فوج جس گاؤں اور بستی کو تباہ کر کے لوٹتی ہے اس علاقے میں بھی بارودی سرنگیں بچھا جاتی ہے تاکہ اگر مجاہدین لاشوں کو دفنانے آئیں تو ان بارودی سرنگوں کا شکار ہو جائیں۔ کھلونا بموں اور پھر بنا بوبی ٹریپ بموں کی صورت میں جو بارودی سرنگیں مختلف پہاڑی راستوں، نالوں اور بستیوں میں پڑے ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد بھی لاکھوں سے کم نہیں۔ مختلف قسم کی بارودی سرنگوں کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے ان پھٹے بم، راکٹ اور میزائل پورے افغانستان میں بکھرے پڑے ہیں۔ اس طرح افغانستان اس وقت مائینز لینڈ (MINIS LAND) یعنی بارودی سرنگوں کی سرزمین یا دوسرے لفظوں میں بارودستان بن چکا ہے۔

افغانستان کی سرزمین کو لاکھوں بارودی سرنگوں کھلونا بموں اور ان پھٹے بموں، راکٹوں اور میزائلوں سے صاف کرنے کے لیے بہت بڑی فوج اور دیگر عملے کی ضرورت ہے۔ اب افغانستان کے اندر اتنی بڑی فوج کہاں سے آئے گی۔ ابھی تک کی اطلاعات کے مطابق روسی فوج نے بارودی سرنگوں کے علاقوں کے کوئی نقشے وغیرہ بھی فراہم نہیں کئے بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا ہے کہ روسی فوج کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگیں چند دنوں میں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ جو سراسر جھوٹ ہے۔ مجاہدین جو علاقے روسی فوج سے چھینتے ہیں۔ سب سے پہلے مجاہدین وہاں بارودی سرنگوں کی صفائی کرتے ہیں اس کے باوجود بھی کئی کئی ماہ اور سالوں بعد بھی ان علاقوں میں بارودی سرنگوں سے بے شمار حادثات ہوئے ہیں۔ بالفرض روسی فوج نقشے فراہم بھی کر دیتی ہے تو انہیں صاف کرنے کی ذمہ داری کون اٹھائے گا۔ اقوام متحدہ اتنا بڑا عملہ فراہم نہیں کر سکتا۔ ابھی اوجڑی کیمپ راولپنڈی کا واقعہ دور کی بات نہیں ہے کہ ان پھٹے بموں اور راکٹوں کو ناکارہ بنانے کے لیے ہزاروں کی تعداد میں فوج اور دیگر عملہ نے دن رات کام کیا۔ پھر کہیں جا کر

پورے ایک ماہ میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے چھوٹے سے علاقے کو صاف کر سکے۔ جب کہ افغانستان تو بہت وسیع و عریض علاقہ ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں تحصیل شکر گڑھ کا تھوڑا سا علاقہ دشمن کے قبضہ میں گیا تھا اور انڈین آرمی کی واپسی کے کئی ماہ بعد شکر گڑھ کے لوگ اپنے گھروں کو واپس جا سکے تھے۔ جب کہ ان کی مدد کے لیے پاکستانی فوج بھی موجود تھی۔ اور وہ شکر گڑھ سے زیادہ دور بھی نہ تھے۔ لیکن پاکستانی فوج کی پوری کوشش کے باوجود کئی جگہ بارودی سرنگیں اور ان پھٹے بم چھپے رہ گئے اور وہ کئی حادثات کا باعث بنے۔

بالفرض بارودی سرنگوں کی صفائی کے لیے معقول تعداد میں عملہ مل بھی جاتا ہے تو جنگ میں دوسرا فریق افغان مجاہدین ہیں جو جنیوا معاہدے کو مسترد کر چکے ہیں۔ اور سات جماعتی اتحاد کے سربراہ انجینئر گلبدین حکمت یار یہ اعلان بھی کر چکے ہیں کہ کابل پر مجاہدین کی حکومت قائم ہونے سے پہلے مہاجرین رضا کارانہ طور پر واپس نہیں جائیں گے۔ ان حالات میں مجاہدین نے جن علاقوں میں بارودی سرنگیں بچھائی ہوئی ہیں ان کو صاف نہیں کیا جا سکتا اور مجاہدین کے زیر قبضہ افغانستان کا اسی فیصد علاقہ ہے اور افغان مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے انہی علاقوں میں جانا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھ کر آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ روس کی ایک لاکھ فوج جیسے واپسی کے لیے کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش نہیں۔ اس کے لیے تو نو ماہ کی مدت مقرر ہوتی ہے۔ جب کہ پچاس لاکھ سے زیادہ مہاجرین جنہیں سفر، گھر، علاج سے لے کر نان و نفقہ تک کی کوئی سہولت میسر نہیں بلکہ خطرات ہی خطرات ہیں۔ ان کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم سہولتوں اور مشکلات کو ایک طرف رکھ کر بھی سوچیں تو اگر ایک لاکھ پندرہ ہزار روسی فوج کو نو ماہ کا عرصہ درکار ہے تو اس حساب سے پچاس لاکھ مہاجرین کی واپسی کے لیے بتیس سال کا عرصہ چاہیے۔ اور اگر ہم روسی آرمی کی تعداد دو لاکھ بھی مان لیں پھر بھی انیس سال ہونے چاہئیں۔ مہاجرین تو انیس سال نہیں مانگ رہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کی واپسی کو باحفاظت اور باعزت بنایا جائے اور جنیوا معاہدہ میں بھی ان کی باعزت اور باحفاظت واپسی کی ضمانت دی گئی ہے۔ جب کہ افغانستان کے اندر جنگ بند نہیں ہوئی۔ بارودی سرنگوں، ان پھٹے بموں، راکٹوں، میزائلوں اور کھلونا بموں سے علاقوں کو صاف نہیں کیا جاتا۔ مہاجرین کے سفر، رہائش، اور خوراک کے انتظامات مکمل نہیں ہوئے واپسی کا مطالبہ غیر معقول ہی نہیں ناجائز بھی ہے۔ روس نواز سیاست والوں کو افغان مہاجرین کے خلاف بیان بازی کرنے کے بجائے روس اور جنیب اللہ سے یہ پوچھنا چاہیے کہ انہوں نے پچاس لاکھ مہاجرین کے لیے رہائش خوراک، اندرون ملک سفر، اور بعد میں روزگار کی فراہمی کے لیے کیا کیا ہے۔ جب افغانستان میں جنگ بند ہو جائے اور جنیب حکومت یہ کام کر لے

تو پھر یہ مطالبہ معقول بھی نظر آئے گا۔

جہاں تک افغانستان میں جنگ بند ہونے کا تعلق ہے اس کا انحصار روس پر ہے روس اگر جنگ بند کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی کٹھ پتلی حکومت کی امداد فوراً بند کرنا ہوگی۔ اور کابل کی حکومت فوری طور پر مجاہدین کے حوالے کرنے کے لیے انتظامات کرنے ہوں گے۔ بصورت دیگر مجاہدین کی سبھی جماعتوں کا یہ اعلان ہے کہ وہ کابل پر مجاہدین کی حکومت قائم ہونے تک جنگ جاری رکھیں گے۔ اس لیے جنیوا معاہدہ کے باوجود جنگ مزید کچھ عرصہ جاری رہے گی اور شدت سے جاری رہے گی۔ افغانستان سے آمدہ اطلاعات بھی یہی ہیں کہ افغانستان میں جنگ پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو چکی ہے اور یہ تیزی نجیب حکومت کے خاتمے تک رہے گی۔

افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم بھی ہو جاتی ہے اور جنگ بھی تیز ہو جاتی ہے تو پھر بھی مہاجرین کی فوری واپسی احمقانہ خیال ہے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد افغانستان کی سرزمین کو بارودی سرنگوں سے صاف کرنے، پچاس لاکھ مہاجرین کے سفر، رہائش اور خوراک کے مسائل حل کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔ اور میرے خیال میں مہاجرین کی مکمل واپسی میں دو تا تین سال تک لگ جائیں گے اور یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہوگا جب پاکستان اور عالمی ادارے کھل کر مدد کو آگے آئیں گے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو افغان مہاجرین کی فوری واپسی کا مطالبہ وہی افراد کر سکتے ہیں جو انسانیت کے دشمن ہیں۔ افغان مہاجرین کو افغانستان فوری طور پر دھکیلنے کا ایک مطلب ہے کہ ہم انھیں بھوک، افلاس اور بارودی سرنگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں اور بارود نے کبھی کسی پر رحم نہیں کیا۔ پاکستانی عوام نے دس سال تک مہاجرین کی مہمان نوازی کی ہے روس اور بھارت نواز سیاستدان چاہتے ہیں کہ وہ اس مہمان نوازی پر پانی پھیر دیں اور روسی بھارتی مفادات کی خاطر پاکستانی قوم کی دس سال کی محنت اور قربانیوں کو ضائع کر دیں۔ مگر انشاء اللہ مدینہ کے عبداللہ بن ابی کے نقش قدم پر چلنے والوں کے عزائم عبداللہ بن ابی ہی کی طرح ناکام ہوں گے، اور پاکستانی قوم افغان مہاجرین کو عزت و وقار کے ساتھ ایک اسلامی اور آزاد افغانستان کی طرف رخصت کرے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہو اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔ اور وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون کا فوارہ بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔ "بخاری و مسلم"

PROPERTY OF ACKU

کابل میں مجاہدین کا راج ہوتا ہے

تحریر: سلطان حسینی شاہ

افغانستان میں روسی فوجی جارحیت کے آٹھ سال مکمل ہوگئے۔ اس عرصے کے دوران روسی فوجیوں نے افغان دیہاتیوں کو اجاڑا، فصلوں کو جلا دیا۔ باغات کو کٹوایا، مویشیوں کو مارا اور عام لوگوں کا قتلِ عام کر کے ان پر اپنے مہلک اور جدید ترین ہتھیار آزمائے۔

روس کا پیٹر اعظم کے زمانے سے یہ عزم رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے ممالک کو تاراج کرتا ہوا گرم پانیوں کے سمندر تک پہنچ جائے کیوں کہ اس کے پاس گرم پانیوں کا سمندر نہیں ہے۔ روس میں کمیونسٹ انقلاب آنے کے بعد کمیونسٹ حکمران بھی ان عزائم کے لیے جدوجہد کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح سے ممالک فتح کئے جاتے رہے۔ ایک تو ان کا وہی مقصد تھا گرم پانیوں کے سمندر تک رسائی دوسرے وہ اپنے کمیونسٹ نظریات کی وسیع پیمانے پر ترویج و توسیع اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کے مطابق ڈالنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ہمسائے اور دور کے ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات پیدا کرنے شروع کئے اور ان ممالک کے افراد کو مختلف شعبوں میں تعلیم و تربیت دینے کے لیے اپنے ملک لے گئے جنہیں نظریاتی طور پر کمیونسٹ بنا کر ان کے اپنے ممالک میں اپنے ایجنٹوں کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا اور ساتھ ہی آہستہ آہستہ ہمسایہ ممالک پر فوج کشی کر کے قبضہ کرتا رہا۔

کمیونسٹ انقلاب کے بعد جہاں کمیونزم کی پرچار اور وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت اس کا مطمع نظر رہا ہے وہاں دنیا کے مختلف ممالک میں احیاء اسلام کی تحریکوں کا خاتمہ اور پھر تیل کی دولت سے مالا مال خلیجی ریاستوں پر قبضہ بھی اس کے مقاصد و عزائم میں شامل ہوا

ایک شہید کا خط

اپنی ماں کے نام

اے لوگو! میری امی جان سے کہیں کہ وہ صبر اور استقامت سے کام لیں اور میری شہادت پر بے صبری مت کریں۔ اس لیے کہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے مل گیا ہوں۔ یہ کوئی بات نہیں کہ میں ایک دُور افتادہ سرزمین پر شہید ہُوا اور آپ نے میری آخری الوداعی رسومات میں حصّہ نہیں لیا۔ لیکن خدا کے فرشتوں نے مجھے نہیں بھولا۔ ایک بات ہے کہ خدا کے فرشتے اس دنیا میں میری نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ لیکن جنت میں ان کی خدمات میرے لیے کافی ہے۔

میری پیاری امی جان!

میں آپ کو نوید دیتا ہوں کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ رہ رہا ہوں اور یہ اللہ کی طرف سے میرے لیے ایک قابلِ قدر انعام ہے۔ اس جنت میں جتنے غلمان اور پھل ہیں وہ سب میری خدمت میں شب و روز اور میرے اختیار میں ہے۔ جب چاہوں ان پھلوں سے استفادہ کر سکتا ہوں۔

اگر دنیا میں میری شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میری اچھی شادی کا بندوبست کر رکھا ہے۔

آپ افسوس نہ کریں اس لیے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا ہوں میں کسی ناحق راستے میں نہیں مرا اور اب بھی میں زندہ ہوں۔ میں نے کبھی بھی اللہ کے دین کی خاطر اپنی جوانمردی اور عزت سے دریغ نہیں کیا اور نہ میں نے اس راستے میں تھکاوٹ محسوس کی ہے۔

روسیو!
نہ بچ سکو گے مکافات سے   ازل سے ہے فطرت میری جنگجو

پروفیسر استاد سیاف

اداریہ

ایک پیغام مسلمان بھائیوں کے نام

جنیوا سمجھوتے کی حقیقت

دھوکہ دینے والے ذرائع ابلاغ

میرے پیارے بھائیو!

عالمی ذرائع ابلاغ نے مومنین کے دلوں اور نفوس میں مایوسی و ناامیدی پھیلانی شروع کر دی ہے اور لوگوں کو یہ باور کرانا شروع کر دیا ہے کہ مجاہدین اپنے عظیم مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے جن کے لیے انہوں نے ان طویل سات سالوں میں سخت معرکے لڑے اور اسی طرح یہ ذرائع ابلاغ دنیا میں ایک ایسی بات کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا درحقیقت کوئی وجود نہیں اور وہ یہ کہ جنیوا سمجھوتہ افغانستان میں سوشلسٹ حکومت کو مضبوط بنائے گا اور مجاہدین کے ہاتھ باندھ لے گا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور ان مقاصد میں سرفہرست افغانستان کی آزادی ہے۔ تاکہ وہاں ایک ایسی حکومت بن جائے جس پر توحید کا جھنڈا لہراتا رہے اور خاص کر اس سمجھوتے میں یہ بات شامل ہے کہ پاکستان افغانستان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور ان کے اس دعوے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ روس اور امریکہ دونوں نے اس سمجھوتے کی تنفیذ کی ضمانت دی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ متواتر اس صورت حال کی یہ توضیح

پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہاجرین چند مہینوں کے اندر افغانستان چلے جائیں گے ۔ جیسا کہ کبھی وہ اس مسئلے کو ایک اور خطرناک رنگ میں پیش کرتے ہیں ۔ وہ یہ کہ اس سمجھوتے نے مسئلہ حل کر دیا ہے گویا یہ مسئلہ پاکستان اور افغانستان کی ایجنٹ حکومت کے درمیان تھا ۔ یا گویا کہ یہ مسئلہ دو بڑے طاغوتوں یعنی روس اور امریکہ کے درمیان تھا ۔ اس اعتبار سے ریگن گورباچوف سربراہ کانفرنس" اس کے حل کی کنجی ہے ۔

مسلمان بھائی !

حقیقت ایسی نہیں ہے جس طرح کہ یہ لوگ اسے پیش کرتے ہیں یا ان لوگوں کا خیال ہے ۔ اگر آپ شروع سے لے کر آج تک ہمارے ساتھ اس جہاد کے اخبار

یہ سمجھوتے پر عمل درآمد کلنک کے ٹیکے کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم ہرگز اسے اپنے جہاد کی پیشانی پر نہیں لگنے دیں گے ،

و واقعات کا مطالعہ کرتے چلے آرہے ہیں اور اس جہاد کے مقاصد اور محتویات کو جانتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس قسم کے دعوے جھوٹے ہوتے ہیں جو جہاد کی اصل صورت اور مقاصد کو مسخ کرنے کے لیے پھیلائے جاتے ہیں اور یہ عادت ان لوگوں کی ہے جن کو کلمۂ جہاد سننا گوارا نہیں اور وہ جہاد کے جاری رہنے کے مخالف ہیں تاکہ باطل حکومتوں کے لیے کوئی خطرہ پیدا نہ کر سکے ۔ اور ان کو توڑ پھوڑ نہ دے اور اس طرح اس کے ختم ہونے کے بعد ایک قرآنی حکومت کے قیام کا موقع ہمیں ہاتھ نہ آئے ۔

مسلمان بھائی !

باوجود اس کے کہ جنیوا سمجھوتہ قابلِ مذمت اور قابلِ رد ہے جس کی بنیاد ایسے مذاکرات پر رکھی گئی ہے جنہیں پہلے سے رد کیا جا چکا ہے اور جن کا

ہیں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ سمجھوتہ ہمارے اس مبارک جہاد کے خلاف روس اور امریکہ کی لڑائی ہے۔ جن کا مقصد ان کے پیچھے افغانستان میں جہاد کے اس عمل کو ختم کرنا اور افغانستان کو غیر مسلموں کے ہاتھوں میں باقی رہنے دینا ہے۔

باوجود اس کے کہ یہ عالمی سازش مسلمانوں کی طاقت اور ہیبت کو اس سرزمین پر برداشت نہیں کرسکتی اور باوجود اس کے کہ یہ تکالیف اور دور ابتلا عنقریب اس سے سخت ہوگا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ یقین

آپ اپنے افغان بھائیوں کے جہاد کی جانب سے مطمئن رہیں اور ان شاء اللہ کوئی بھی ہرگز آپ کے بھائیوں کے ہاتھ باندھ نہیں سکے گا۔ اور یہ سمجھوتہ اس جہاد کو روک نہیں سکے گا۔

کریں کہ جہاد زندہ اور باقی رہے گا۔ اور وہ ان مشکلات سے ٹکرائے گا اور اللہ کے فضل سے ان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا اور ان مشکلات کے درمیان سے اپنا راستہ آگے کی طرف بنائے گا۔ تاکہ اپنے قیمتی مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔

پس ہم ہرگز ایسے سمجھوتے کے پابند نہیں ہیں۔ پہلی بات یہ کہ یہ سمجھوتہ ہمارے بغیر کیا گیا ہے بلکہ ہم تو اس کی پابندی اور اس کے اعتراف کو اپنے لیے کلنک کا ٹیکہ شمار کرتے ہیں۔ اور ہم ہرگز اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے جہاد کی پیشانی پر لگ جائے یا ہماری مجاہد مسلم قوم کی تاریخ پر ثبت ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ یہ سمجھوتہ ایسے مذاکرات کی پیداوار ہے جنہیں ہم نے پہلے سے رد کیا تھا اور ان میں شرکت سے انکار کیا تھا۔ اس لیے کہ مذاکرات دشمن سے ہوتے ہیں، لیکن جب وہ دشمن آپ کے گھر میں براجمان ہو تو اس وقت اس کے ساتھ مذاکرات کرنا ذلت اور رسوائی ہے۔ ہمارے جہاد کے اہم مقاصد میں سے اہم مقصد اس ذلت کو ختم کرنا ہے اور رسوائی کے ان پردوں کو چاک کرنا ہے جو ہماری پیاری امت کی سرزمین پر لٹک رہے ہیں پس جب ہم ان شرمناک مذاکرات کو رد

کرتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس سمجھوتے کے ان نتائج کو قبول کریں گے جو کا عذاب ہیں ہم پر تھوپ دیئے جائیں۔

تیسری بات یہ کہ یہ معرکہ افغانستان میں پاکستان کی مداخلت کی پیداوار نہیں ہے تاکہ پاکستان اور الحیتہ افغان حکومت کے درمیان عدم مداخلت کے سمجھوتے پر دستخط کرنے سے ختم ہو جائے۔

چوتھی بات یہ کہ یہ کسی مغربی ملک کی فوجی مداخلت کا معرکہ نہیں ہے جو روس اور امریکہ اس کے ختم کرنے پر متفق ہو جائیں بلکہ یہ معرکہ کفر کے خلاف اسلام کا معرکہ ہے اور باطل کے خلاف حق کی لڑائی ہے اور یہ ہرگز اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک کفر اور طغیان ختم نہ ہو اور اصل حق و ایمان کو فتح حاصل نہ ہو۔

مسلمان بھائی!

آپ اپنے افغان بھائیوں کے جہاد کی جانب سے مطمئن رہیں اور انشاءاللہ کوئی بھی ہرگز آپ کے بھائیوں کے ہاتھ باندھ نہیں سکے گا۔ اور یہ سمجھوتہ اس جہاد کو روک نہیں سکے گا۔ یہ جہاد لوگوں میں سے کسی (زید یا بکر) کے سہارے شروع نہیں ہوا تھا کہ یہ ان کے ایک طرف ہٹ جانے سے رک جائے۔ بلکہ اس کی ابتدا توکل علی اللہ عزوجل سے ہوئی تھی اور یہ اللہ ہی کی مدد اور سائے میں جاری و ساری رہے گی تو جان لے کہ ہم ایک غالب اقتدار والے رب کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ اور رب قہار اور ایک طاقتور انتقام والے رب کی مدد چاہتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز کے خالق پر توکل رکھتے ہیں۔ وہ جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کے لیے اس کا حکم ہوتا ہے کہ "ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے"۔ پس جو وہ دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جب وہ روک دے تو کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے کہ ہمیں زمین پر طاقت عطا کردے کہ ہم وہاں پہ اس کا حکم جاری کردیں تو وہ اس پہ قادر ہے اور کوئی چیز بھی زمین و آسمان میں اس کو اس سے عاجز نہیں بنا سکتی اور وہ ایمان والوں کی مدافعت کر سکتا ہے اور وہ نیکو کاروں